مرحبا
SINCE 1975
قدرت کی حکمت
Marhaba
HONEY
مرحبا شہد
پھول پھول کا رس
مرحبا شہد میں گیا بس
MARHABA
NATURAL PRODUCTS
/Marhabalaboratoriespk I www.marhaba.com.pk I UAN: 111-152-152

بہترین صدقہ جاریہ
اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان کا منظورشدہ رفاہی اور فلاحی ادارہ ہے
جو گزشتہ دو دہائیوں سے بلاتفریق، رنگ، نسل، فرقہ اور مسلک اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے
اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ کو اپنے فلاحی منصوبوں کی تکمیل کے لیے مزید ایک قطعہ اراضی خریدکرنا ہے
جس، میں علاقائی ضرورت کے تحت فری ڈسپنسری، منی ہسپتال، علاقہ میں صاف شفاف
پانی مہیا کرنے کے لیے واٹر پلانٹ اور جامع مسجد عارفی کے ساتھ ایک عظیم الشان مینار تعمیر
کرنا ہے، اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ کے مرکزی دفتری کے ساتھ ایک عدد خالی پلاٹ موجود ہے
جسے ادارہ خریدنا چاہتا ہے، اس کارخیر کے لیے ادارہ آب حیات ٹرسٹ کو 10000000
ایک کروڑ روپے کی ضرورت ہے تمام اہل ثروت سے اس صدقہ جاریہ کے کام میں شرکت
کی اپیل کی جاتی ہے، اپنے لیے، اپنے والدین ماجدین کے لیے، اپنے اعزہ اقربا کے
ایصال ثواب کے لیے آگے بڑھیے، آخرت کی سرمایہ کاری کے لیے یہ بہت ہی بہترین
اور سنہری موقع ہے، اللہ تعالیٰ دہ دنیا ستر آخرت عطا فرمائیں گے
رقم بینک یا جاز اکاؤنٹ میں روانہ فرما کر رسید طلب فرمائیں
اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ کے تمام مالی معاملات حکومت پاکستان
کے منظورشدہ آڈیٹر سے آڈٹ کروائے جاتے ہیں
AMBULANCE
HOSPITAL
Aab e Hayat
Account No 10009037460011 UBL Wahdat Road Branch Lahore
Jzz Account No 0300-9458876
محمود الرشید عباسی حنفی اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 بی آر بی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-0321-9458876

حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے باقاعدہ منظور شدہ
ماہنامہ
آبِ حیات
لاہور
جلد ۲۰ شمارہ ۱ جنوری ۲۰۲۰ء
زیر نگرانی
حضرت مولانا قاری عبدالسلام حدوٹی عباسی
مہتمم دار القرآن جامعہ آنٹی علیوٹ مری
مدیر اعلیٰ
مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی
خلیفہ مجاز
پیر طریقت عارف وقت حضرت اقدس
شاہ ڈاکٹر عبد المقیم صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ 350 روپے
ملنے کا پتہ
اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-0321-9458876
Mahmoodhadoti@gmail.com

ماہ نامہ آب حیات لاہور

جنوری ۲۰۲۰ء

اِدَارَہ آب حَیَات کی عَاجزَانَہ خِدمَات

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، جو گزشتہ دو دہائیوں سے رفاہی، فلاحی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے، یہ ایک غیر سیاسی ادارہ ہے، ادارہ کے تحت ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ شان دار، ماہ نامہ صدائے جمعیت، شہر لاہور سے تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں، ان پر ہر ماہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں، مخیر حضرات کی خصوصی توجہ مطلوب ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ان شاءاللہ اپنا فیضان عام کرے گا، ادارہ کے حسابات باقاعدہ منظور شدہ آڈیٹر سے آڈٹ ہوتے ہیں۔

پرورش لوح و قلم کا (۲۰) واں سال

پیارے بہت ہی پیارے قارئین! آپ کا محبوب میگزین، آپ کا پسندیدہ رسالہ ماہ نامہ آب حیات اس وقت بیسویں سال کا آغاز کر رہا ہے، بیسویں سال کا پہلا شمارہ اس وقت آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے، آپ کی نگاہیں اسے دیکھ رہی ہیں اور دل محسوس کر رہا ہے کہ ماشاء اللہ دنیائے صحافت میں مسلسل، پابندی کے ساتھ، ایک مشن اور کاز کو لے کر ماہ نامہ آب حیات پوری آب وتاب اور آن بان کے ساتھ جلوہ گر ہوتا رہا ہے۔ الحمد للہ

جون سنہ ۲۰۰۰ء میں ماہ نامہ آب حیات نے اپنے صحافتی سفر کا آغاز اس وقت کیا تھا جب بندہ راقم الحروف جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرس تھا، جون کی سخت ترین گرمی میں اس رسالے کا آغاز کیا گیا تھا، اس وقت جون کے مہینے میں ربیع الاول کی بہاریں بھی تھیں، اس ماہ مبارک میں آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، مراد المشتاقین، راحۃ للعاشقین، شافع محشر، نبی اکرم ﷺ کی آمد ہوئی تھی، ہم نے بھی رسالہ ان کی آمد کی نسبت سے اسی ماہ مبارک میں نکالا تھا، پہلے شمارے میں مختصر ترین تحریریں تھیں اور ارادہ بھی یہی تھا کہ ہمیشہ ایسا ہوگا مگر ایسا ہو نہ سکا، پہلے شمارے میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے تحریریں تھیں اور ہمیشہ چھپتی رہیں۔
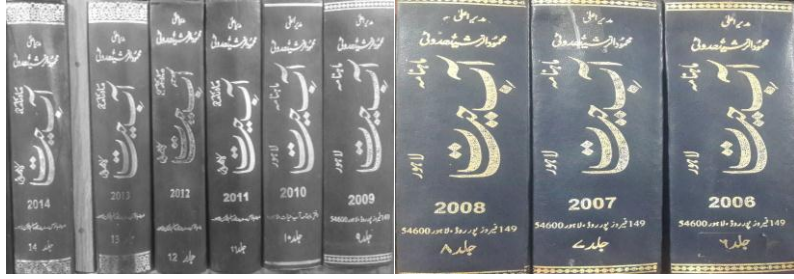
پھر کئی سال تک لگاتار، مسلسل، بلاانقطاع اور پیہم ہم اس ماہ مبارک کی مناسبت سے سیرت النبی ﷺ نمبر شائع کرتے رہے، سیرت النبی ﷺ پر عظیم الشان نمبر شائع کرنے پر ہی حکومت پاکستان نے ہمیں سنہ ۲۰۰۵ء میں قومی ایوارڈ دیا تھا، اس کے بعد ایوارڈوں اور انعامات کی لائنیں لگ گئیں، مختلف پرائیویٹ سیکٹروں سے شیلڈیں اور انعامات دیے جاتے رہے۔

پھر اسی ماہ نامہ آب حیات نے مختلف عنوانات پر بے شمار خصوصی نمبر شائع کیے، جو اس کا اپنا ریکارڈ ہے، آج تک دنیا بھر میں کوئی میگزین اس قدر کثرت سے خصوصی نمبر شائع نہیں کر سکا، یہ اعزاز صرف آب حیات ہی کو حاصل ہے۔

ماہ نامہ آب حیات کو یہ بھی منفرد اعزاز حاصل ہے کہ اس میں معارف الفرقان نامی تفسیر کا اکثر و بیشتر حصہ بلاناغہ، تسلسل کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہوتا رہا، جو مسلسل کئی سال تک شائع ہوا، الحمد للہ

میں پہلے بھی کئی مقامات پر عرض کر چکا ہوں، آج تحدیث بالنعمت کے طور پر پھر عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آب حیات نامی اس میگزین کو بڑی برکات سے سرفراز فرمایا ہے، آب حیات کی اشاعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہر اس ساتھی اور دوست کو خوب خوب نوازا ہے جو مخلصانہ انداز میں اس کے مشن میں شریک ہوا اور آج تک شریک سفر ہے، کچھ ساتھیوں پر کچھ حالات کا ورود ہوا مگر اس میں ان کی

اپنی کچھ کوتاہیاں اور کمزوریاں تھیں، جس سے وہ امتحانات سے دوچار ہوئے، ورنہ اللہ نے سب کو خوب خوب عطاؤں اور بخششوں سے نوازا ہے، میرے جیسے فقیر منش انسان کا تو ہر پل بہترین ہی گزرا ہے، ہر آنے والا لمحہ لمحہ گزشتہ سے بہترین رہا، کہیں کہیں آزمائشیں بھی آئیں مگر مجموعی لحاظ سے کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آئی اور ہمارا یہ صحافتی سفر بفضل اللہ طے ہوتا رہا۔

ماہ نامہ آب حیات کے صحافتی افق پر طلوع ہونے کے بعد ہی قدرت والے نے اپنا عظیم الشان گھر بیت اللہ شریف دکھایا، اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کروائی، مکے اور مدینے کی پر بہار فضاؤں سے منور و معطر فرمایا۔

ماہ نامہ آب حیات کی آمد کے بعد ہی اللہ نے افریقہ کے تپتے صحراؤں میں گھمایا اور بحر ظلمات کی اٹکھیلیاں کرتی موجوں کے ساتھ ہاتھ ملانے کا موقع عطا فرمایا، اسی میگزین کی اشاعت کے بعد اللہ نے نیل کے ساحل تک پہنچایا تھا، اس کی اشاعت کے بعد ہی جزیروں کے دیس میں ہم پہنچے تھے، یہ اس کی عطاو نوال کی ادنی جھلک تھی ورنہ ہمارے پلے کیا تھا ذنوب و آثام کی پوٹلیوں کے سوا۔

ماہ نامہ آب حیات کی اشاعت کے نو سال بعد رب العالمین نے اس فقیر کے دل میں یہ بات ڈالی کہ عورتوں کی راہنمائی اور دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بھی

ایک میگزین نکالا جائے، چنانچہ اللہ کا نام لے کر تحفہ خواتین کے نام سے ہم نے میگزین نکالا، جو پابندی اور تسلسل کے ساتھ گزشتہ دس سالوں سے شائع ہو کر خواتین کی دینی پیاس بجھا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس میگزین کو بھی اشاعت دوامی عطا فرمائے اور صدقہ جاریہ بنائے۔

جب الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا نے اپنا جادو جگایا تو اللہ نے ہمارے دل میں بھی ایک ہفت روزہ اخبار نکالنے کا خیال پیدا فرمایا، چنانچہ ہم نے شاندار کے نام سے حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے اجازت لی اور شاندار شائع کرنا شروع کر دیا، لیکن ہم شاندار کی اشاعت میں کوئی کامیابی حاصل نہ کر پائے، بالآخر ایک دوست کے حوالے کر دیا، اس مہربان دوست نے قہر بر جان ضعیف کر دیا، اخبار میں تسلسل قائم نہ رکھ سکے، بالآخر سنہ ۲۰۱۷ء کے آخری مہینوں میں جلوہ افروز ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضرت! اخبار اب ہم سے شائع نہیں ہو سکے گا، آپ کی امانت آپ کے سپرد کرنے آیا ہوں، چنانچہ ہم نے اللہ کا نام لے کر اسے میگزین کے طور پر سنہ ۲۰۱۸ء سے شائع کرنا شروع کر دیا، جو تاحال بفضل اللہ و بنصرۃ اللہ جاری ہے۔

سنہ ۲۰۰۵ء میں ہم نے ایک ننھی منھی سی تنظیم قائم کی تھی، جمعیت تحفظ اسلام نام رکھتی ہے، اس کے ترجمان کے طور پر سنہ ۲۰۱۶ء میں ہم نے ماہ نامہ صدائے جمعیت نکالا، جو اللہ کے فضل و کرم سے اب پانچویں سال میں قدم رکھنے والا ہے، یوں اللہ کی عطاؤں اور نوازشوں کا ذکر کرتا چلا جاؤں تو سارا میگزین آپ بیتی اور ہڈ بیتی بن جائے گا، اس لیے مختصر مختصر یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اللہ نے بہت ہی کرم کیا ہے۔ بہت ہی فضل فرمایا ہے۔ اور از روئے قرآن فضل خداوندی اسے ملتا ہے جسے خدا تعالیٰ چاہتے ہیں، ان کی چاہت کے بغیر زور روز بردستی کوئی فضل خداوندی حاصل

نہیں کر سکتا۔

میں رات کے اس پہر جب کہ ایک بجنے والا ہے گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہوں اور یہ سطور لکھ رہا ہوں، میں قبلہ کی طرف منہ کیے بیٹھا ہوں، میرے سامنے جو الماری رکھی ہے اس کے تینوں خانوں میں میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اور رسالے سجے ہوئے میرے حوصلے بڑھا رہے ہیں، میں جب نگاہیں اٹھا کر اپنی لکھی ہوئی کتابوں کو دیکھتا ہوں تو بے ساختہ کلمات شکر ادا کرتا ہوں، کیونکہ یہ کام اسی قدرت والے نے مجھ جیسے حقیر، فقیر اور پر تقصیر انسان سے لیا ہے ورنہ میں تو اس قابل نہیں تھا۔

بس آپ ہماری کامیابی و کامرانی، فوز و فلاح دارین کے لیے دعا کرتے رہیں یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔

اس موقع پر میں اپنے ان تمام کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو ماہنامہ آب حیات کو ملک بھر میں پھیلاتے ہیں، جو ہمیں اشتہارات دے کر دین اسلام کی اشاعت و ترویج میں اپنا حصہ شامل کرتے ہیں، جو مالی تعاون کرتے ہیں اور ہمارے کام کی رفتار میں کمی نہیں آنے دیتے، کیونکہ ہم نے اپنے کو مکمل اللہ کے لیے وقف کر دیا ہوا ہے، ہمارے تمام اخراجات کا اب وہی ذمہ دار ہے۔ مگر آقائے نامدار ﷺ کا فرمان پاک ہے جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

۹ دسمبر ۲۰۱۹ء بروز پیر، رات ایک بجے

اسلام دینِ فطرت اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو اپنے ماننے والوں کو زندگی کے تمام پہلوؤں اور جہتوں کے بارے میں مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم ترین مقصد معاشرے میں امن واستحکام کا قیام ہے، جو کہ عدل وانصاف کو فروغ اور ظلم وزیادتی کی بیخ کنی کر کے ہی ممکن ہے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ اچھے اعمال و افعال بجالانے والوں کو انعام واکرام سے نوازا جائے جبکہ جبر واستبداد سے کام لینے والوں کو نشانِ عبرت بنایا جائے اور یہ دونوں کام احتساب کے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ کسی بھی کام یا شخص کا احتساب ہی ہمیں اس کے حسن و قبح کے بارے میں آگاہی فراہم کرتا ہے۔ قرآن و سنت کی واضح ہدایات کی روشنی میں اسلامی نظام احتساب کے اہم اصول درج ذیل ہیں:

سب کا احتساب: اسلام کے نظامِ احتساب میں امیر و غریب، عالم و جاہل، گورا و کالا اور حکمران و عوام سب برابر ہیں، نہ تو کسی کی ذات پات اس میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور نہ ہی کسی کا حسب نسب اسے بچا سکتا ہے، جو بھی اسلامی قوانین اور جرائم کا مرتکب ہو گا، اسے اس کا خمیازہ خود بھگتنا ہو گا۔ رسولِ کائنات ﷺ کی نظرِ احتساب سے کوئی نہ بچ پاتا تھا بلکہ جو جتنا قریب ہوتا اسے اتنے ہی سخت احتساب کا سامنا کرنا پڑتا۔ سابقہ امتوں کے زوال کے اسباب میں ایک اہم ترین سبب یہ بھی تھا کہ وہ صرف منتخب

لوگوں کا احتساب کرتے تھے، جس کی وجہ سے معاشرے میں جرائم وفسادات بڑھتے چلے گئے۔

محتسب خود بھی قابل احتساب ہے: اسلام کے نظامِ احتساب کا یہ بھی سنہرا اصول ہے کہ اگر عامل کے خلاف کوئی عام آدمی بھی شکایت کردے تو اس کا فوراً ازالہ کیا جائے، اس سلسلے میں اسے کسی قسم کا کوئی استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے سیدنا عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ آپ کے فلاں عامل نے مجھے بے قصور کوڑے مارے ہیں۔ آپؓ نے فوراً تحقیق کرائی جب الزام ثابت ہو گیا تو حکم دیا کہ مجمع عام میں اس عامل کو بھی کوڑے مارے جائیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ عمال پر کڑی نظر رکھتے تھے، یہاں تک کہ جب کوئی عامل اپنے دورے سے واپس آتا تو رسول اکرم ﷺ بہ ذات خود اس کا محاسبہ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو وصولی کے لیے بھیجا، جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس کا محاسبہ خود فرمایا۔ صحابی نے عرض کیا کہ یہ آپ ﷺ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، تم کو گھر بیٹھے یہ ہدیہ کیوں نہ ملا؟ چناں چہ ان سے وہ ہدیہ لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک عام خطبہ دیا اور تمام لوگوں کو اس قسم کا مال لینے سے سختی سے منع فرما دیا۔

احتساب کا مقصد: احتساب کا مقصد محض کسی مجرم اور غلط عمل کرنے والے کو سزا سنانا ہی نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد قابل احتساب جرائم کے مرتکب کو قرار واقعی سزا دے کر دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بنا کر ان کے تکرار کا سد باب کرنا ہے۔ اس

کے لیے ضروری ہے کہ احتساب کا عمل فوری اور نتیجہ خیز ہو، تاکہ اس جرم کے ارتکاب کے متعلق سوچنے والے کی آنکھوں میں ہی گزشتہ مجرم کا انجام گھوم جائے اور وہ اس سے باز آجائے۔اسی لیے اسلام اس بات کا قائل ہے کہ مجرم کو سب کے سامنے سزا دی جائے، تاکہ وہ باقی سب کے لیے بھی نشانِ عبرت بن جائے، قرآن حکیم میں سابقہ اقوام کے واقعات بھی اسی مقصد کے تحت جابجا بیان کیے گئے ہیں۔علاوہ ازیں گذشتہ اقوام کے تباہ شدہ علاقوں کا وجود بھی اسی بات کا متقاضی ہے کہ ان جیسے افعال قبیحہ سے اپنا دامن پاک وصاف رکھا جائے۔

قانونی تقاضوں کی تکمیل: کتاب و سنت کی واضح ہدایات کے مطابق ''جائز عملِ احتساب'' کے لیے قانونی تقاضوں کی تکمیل بہت ضروری ہے۔ جلد بازی، غیر موزوں شہادت، وہم یا شک کی بنیاد پر کبھی احتساب کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کسی کے احتساب کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے خلاف ٹھوس شہادت، عادل گواہ اور حالات وواقعات کی جرم سے ہم آہنگی وغیرہ موجود ہو، ہر لحاظ سے مکمل اطمینان کے بعد عمل احتساب کیا جائے کیونکہ اس کے اچھے برے اثرات صرف ایک شخص نہیں بلکہ پورے معاشرے پر ہوں گے۔آپ ﷺ کا مبارک طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی مجرم اقرار جرم کرتا تو آپ ﷺ اس سے کئی سوالات کرتے تاکہ اطمینان ہو جائے کہ اس کا اقرار کسی دباؤ، خوف یا بیماری کا نتیجہ نہیں ہے اور بعض اوقات تو ایک سے زائد نشستوں میں اقرار کرواتے اور مہلت دیتے تھے، لیکن قانونی تقاضوں کی تکمیل کے بعد احتساب اور انصاف سے گریز نہ کرنا اسلامی تعلیمات کا خاصہ ہے

یکساں عملِ احتساب: سابقہ امتوں کی تباہی و بربادی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ''عملِ احتساب'' میں فرق کرنا بھی تھا کہ جب کوئی غریب جرم کرتا تو اسے

دھر لیا جاتا اور اگر مجرم بااثر یا امیر ہوتا تو اسے کھلم کھلا چھوڑ دیا جاتا اسی طرح مجرم کے حاکم ہونے کی صورت میں اس کا کوئی مواخذہ نہ ہوتا جبکہ عام انسان کو سولی پر لٹکا دیا جاتا۔ یہ دوہرا معیار قوم، ملک، معاشرے اور خاندانوں کے لیے زہرِ قاتل سے ہر گز ہر گز کم نہیں۔ اسی لیے اسلام عمال کو اس بات کا سختی سے احساس دلاتا ہے کہ وہ مخلوق خدا کے حاکم نہیں بلکہ خادم ہیں، ان میں اور عوام الناس میں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے پاس اختیار کے حوالے سے ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔

قومی خزانہ اور احتساب: آج کل ارباب اختیار واقتدار اور صاحبان علم و فضل قومی خزانے اور دوسروں کے مال کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر قسم کی جواب دہی اور احتساب سے بالا گردانتے ہیں۔ جبکہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کی خود احتسابی ملاحظہ ہو کہ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا تو اسے تلاش کرنے خود مارے مارے پھرنے لگے، کسی نے پوچھا اتنی تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں، کسی غلام کو کہہ دیا ہوتا، بولے مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہو سکتا ہے، اور تم نہیں جانتے کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق ہے۔

حکام اور احتساب: سیدنا عثمان غنیؓ فطری طور پر نہایت حلیم الطبع، نرم خو اور خطا پوش تھے، طبیعت میں عفو و در گزر کا عنصر غالب تھا اس لیے مواخذہ و احتساب میں عہد فاروقی جیسی سختی نہ تھی۔ پھر بھی کسی ایسی بد عنوانی کو نظر انداز نہ کرتے تھے جس سے اصولِ اسلام، اخلاقِ عامہ اور حکومت کے نظام پر کوئی اثر پڑتا ہو، جب کبھی کسی والی کے خلاف اس قسم کی شکایت ملتی، فوراً معزول کر دیتے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیت المال کا قرض نہ ادا کرنے کے الزام میں معزول کر دیا، ولید کو

شراب نوشی کے جرم میں عہدہ سے برطرف کر کے حد جاری کی، حضرت سعد بن العاصؓ اور حضرت ابو موسی اشعریؓ کو رعایا کی شکایت پر عہدوں سے علیحدہ کر دیا۔ حج کے موقع پر تمام عمال طلب کیے جاتے اور اعلان عام ہوتا کہ جس شخص کو کسی عہدیدار کے خلاف کوئی شکایت ہو، اسے پیش کرے، پیش کردہ شکایتوں کا فوری تدارک فرماتے تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بڑے شد و مد کے ساتھ عمال کے احتساب کا فوری نوٹس لیتے تھے۔ والی اصطحر منذر بن جارود کے متعلق شکایت ملی کہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں صرف کرتے ہیں اور فرائض منصبی پر دھیان نہیں دیتے۔ انہیں لکھا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے فرائض چھوڑ کر سیر و شکار پر نکل جاتے ہو اور کتوں سے کھیلتے ہو، اگر یہ صحیح ہے تو میں تم کو اس کا بدلہ دوں گا، تمہارے گھر کا جاہل بھی تم سے بہتر ہے'' چناں چہ انہیں معزول کر دیا۔ ایک اور عامل کے متعلق شکایتیں ملیں تو اسے ایک طویل خط لکھا۔ اقتباس ملاحظہ ہو: ''

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے ہو، روغنیات کا زیادہ استعمال کرتے ہو۔ تمہارے دستر خوان پر الوان نعمت ہوتے ہیں، منبر پر تم صدیقین کا وعظ کہتے ہو اور خلوت میں اہل اباحت کا عمل ہے۔ اگر یہ شکایتیں صحیح ہیں تو تم نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا اور مجھے تادیب پر مجبور کیا۔ تم بیواؤں اور یتیموں سے حاصل کئے ہوئے مال سے عیش و تنعم میں ڈوب کر خدا سے صالحین کے اجر کی توقع کس طرح رکھتے ہو؟ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرو اور خدا کے حقوق ادا کرو

خلفائے راشدین کا نظریۂ احتساب: مزید برآں خلفائے راشدین کے طرزِ حکمرانی اور نظریۂ احتساب کے سلسلے میں مصر کے نامزد گورنر مالک اشتر کے نام سیدنا علی

المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مشہور فرمان کے چند اقتباس ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں، گو مالک اشتر منصب سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پا گئے، مگر ان کے نام یہ فرمان تاریخ کا حصہ بن گیا۔ لکھا: ''اے مالک! کاروبارِ حکومت کے لیے ایسے افراد کا چھان پھٹک کر انتخاب کرو، جو نیک گھرانوں کے چشم وچراغ، غیرت مند، آزمائے ہوئے اور اسلامی خدمات کی بجاآوری میں پیش پیش ہوں، پھر ان کو کشادہ دلی سے پوری پوری تنخواہیں دو تاکہ وہ زیردست کے مال پر نظر ڈالنے سے بے نیاز ہو جائیں''۔مزید برآں تحریر کیا: ''اللہ کے بندوں کے حقوق کو انصاف کے ساتھ پورا کرو، جو حکمران مخلوق پر ظلم ڈھاتا ہے تو خود خالق اس کا مخاطب بن جاتا ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک وہ حکمران ہتھیار ڈال کر اللہ سے توبہ نہ کر لے، حاجت مندوں کی درشت مزاجی اور ان کے قوت بیان کی کمزوری کو تحمل سے برداشت کرو اور ان سے تنگ آکر کہیں کج خلقی اور تکبر کا شکار نہ ہو جانا''۔

اسلام کے نظامِ احتساب کے اس مختصر تذکرہ کے بعد جب ہم اپنے گردوپیش پر نظر دوڑائیں تو ہر طرف اک لوٹ مچی ہوئی ہے۔ جس کا جس قدر داؤ لگتا ہے، نہیں چھوڑتا۔ ایک دوسرے کا حق مارنے کے ساتھ ساتھ ریاستی وسائل بھی خوب تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ نتیجتاً معاشرے میں معاشی انصاف ختم ہوتا جارہا ہے، امیر اور غریب کی خلیج وسیع ہوتی چلی جارہی ہے۔

ہمارا یہ طرزِ عمل اصل میں اسلامی تعلیمات واقدار سے دوری کا نتیجہ ہے، ہم مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں، لیکن چلتے کسی اور ہی راستے پر ہیں۔ اسلام ایثار وقربانی کا درس دیتا ہے لیکن ہم چھینا جھپٹی میں ثانی نہیں رکھتے۔ اسلام خدمتِ خلق کی تلقین کرتا ہے مگر ہم خلقِ خدا کی ایذارسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اسلام سادگی اور فروتنی کی بات کرتا ہے مگر ہم کبر ونخوت میں پاگل ہو جاتے ہیں۔

اسلام اخوت و بھائی چارے کا کہتا ہے اور ہم خونی رشتوں کی پہچان بھول بیٹھے ہیں۔ اسلام کڑے احتساب کا حکم دیتا ہے اور ہم چور دروازوں کی تلاش میں ثانی نہیں رکھتے۔ مزید برآں یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم اپنے اس طرزِ عمل سے محض اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ آپ کس سے چھپا رہے ہیں؟ اللہ کی ذات تو علیم و خبیر ہے، وہ تو ہمارے ارادوں تک سے آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ اعتدال پر چلنے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین

یہ جاننے کے بعد کہ سودی بینکاری اور کاروبار اللہ تعالیٰ سے جنگ ہے، میں نے اپنے دوست یوایس ایپرل کے جاوید بھٹی کے مشورے پر سودی نظام سے نجات حاصل کرلی ہے جس سے مجھے کاروبار میں برکت کے علاوہ زندگی میں سکون حاصل ہوا ہے۔ اسلامی بینکاری جسے غیر سودی مالیاتی نظام کہا جاتا ہے، پاکستان سمیت دنیا میں نہایت تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ ملائیشیا، سعودی عرب اور مصر میں غیر سودی اداروں کی تحریک چلی جو بعد میں اسلامک ڈویلپمنٹ بینک کے قیام کی وجہ بنی۔

۱۹۷۵ سے ۱۹۹۰ تک اسلامی بینکاری کا سفر کچھ اس طرح ہے کہ ۷۰ اور ۸۰ کی دہائی میں اسلامک بینکنگ اکاؤنٹ کھولنا، رقم کی منتقلی اور لوگوں کو اسلامی سرمایہ کاری و تجارت کیلئے مشورے دینا شامل تھا۔ ۱۹۸۰ سے ۱۹۹۰ کے دوران اسلامی بینکنگ میں میوچل فنڈز، تکافل اور اسلامک بونڈز جاری کئے گئے جبکہ ۱۹۹۰ سے ۲۰۱۰ کے دوران اسلامک بینکنگ کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا اور وینچر کیپیٹل، مائیکرو فنانس، پروجیکٹ فنانس، ایکویٹی فنانس، رئیل اسٹیٹ، کموڈٹی مارکیٹ اور کارپوریٹ بینکنگ جیسی سرگرمیاں عمل میں آئیں۔

آج اسلامی بینکاری کا دخل مالیات کے ہر شعبہ میں ہے۔ دنیا کے ہر بڑے بینک نے اسلامی بینکاری کا علیحدہ شعبہ قائم کرر کھا ہے۔ ملائیشیا نے اپنے یہاں اسلامی اور غیر اسلامی دونوں نظام معیشت رکھے ہوئے ہیں۔ دنیا میں اسلامک بینکنگ کی گروتھ کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر سودی نظام دنیا میں تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

دنیا کے ۵۶ ممالک میں اسلامک بینکنگ کی گروتھ پر اسلامک فنانس ڈویلپمنٹ رپورٹ ۲۰۱۸ کے مطابق اسلامک فنانس انڈسٹری دنیا میں ۱۱ فیصد گروتھ کے ساتھ 2.4 کھرب ڈالر کے اثاثوں تک پہنچ گئی ہے۔ ۷۰ سے زائد ممالک میں ۱۹۰ اسلامک بینکوں کی ۱۲۰۰ سے زائد برانچیں، مضاربہ اور میوچل فنڈز قائم ہیں۔ دنیا میں اسلامک بینکنگ کی مجموعی مالیت 16.3 کھرب ڈالر سے تجاوز کر چکی ہے۔ دنیا کے ۱۳۱ ممالک میں اسلامک بینکاری میں ایران پہلے نمبر پر، ملائیشیا دوسرے، سعودی عرب تیسرے اور پاکستان چوتھے نمبر پر ہے۔

پاکستان میں اسلامک بینکاری کا نظام ۱۹۸۰ میں شروع ہوا اور آج موجودہ بینکاری نظام میں اسلامک بینکنگ کا حصہ ۱۵ فیصد ہے۔ اس وقت ملک میں ۱۶ اسلامک بینک ہیں جن کی ملک بھر میں ۲۰۰ سے زائد شاخیں کام کر رہی ہیں جن کے مجموعی اثاثے 2.8 کھرب روپے اور ڈپازٹس 2.2 کھرب روپے تک پہنچ چکے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامک بینکنگ میں ایس ایم ایز، ایگریکلچرل، ایکسپورٹ اور مائیکرو فنانسنگ میں نئے پروڈکٹس متعارف کرائے جائیں کیونکہ غریب کاشتکار اب بھی مڈل مین سے ۳۰ سے ۳۵ فیصد شرح سود پر فصل گروی رکھوا کر قرضے لے رہا ہے اور اس کی تمام آمدنی قرضوں اور سود کی ادائیگی میں ختم

ہو جاتی ہے۔ میں نے مائیکرو فنانس کے تحت چھوٹے قرضوں کیلئے بنگلہ دیش کے شریعہ اصولوں پر قائم گرامین بینک کا حوالہ دیا جس میں ۵ لوگوں کے گروپ کو ایک دوسرے کی گارنٹی دینے پر قرضے دیئے جاتے ہیں جو نہایت کامیاب ہے جبکہ افریقہ اور لاطینی امریکہ میں مائیکرو فنانس کے ماڈل ''ویلیج بینک'' میں ۳۰ سے ۳۵ افراد کے گروپ کو آپس کی ضمانت پر قرضے دیئے جاتے ہیں۔

مائیکرو فنانس کا تیسرا ماڈل کریڈٹ یونین ہے جو ایشیا اور سری لنکا میں مقبول ہے جبکہ انڈونیشیا میں اسے ''بیت المال'' کہا جاتا ہے۔ مائیکرو فنانس کا چوتھا ماڈل سیلف ہیلپ گروپ ہے جو بھارت میں مقبول ہے جس میں ۱۰ سے ۱۵ افراد اپنی جمع پونجی آپس میں جمع کرکے مشترکہ سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ میں نے اس بات پر زور دیا کہ اسٹیٹ بینک چھوٹے درجے کی صنعتوں کیلئے اسلامک بینکوں کو فنانسنگ کے اہداف دے تاکہ ایس ایم ایز کو فروغ دیا جاسکے۔

میرا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ میرے وہ تمام بزنس مین دوست جنھوں نے سودی بینکاری سے نجات حاصل کرکے اسلامی بینکاری نظام اپنایا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے رزق اور کاروبار میں پہلے کے مقابلے میں زیادہ خیر و برکت عطا فرمائی ہے۔

قارئین سے میری درخواست ہے کہ وہ روایتی سودی بینکاری نظام سے جلد از جلد نجات حاصل کرکے اسلامک بینکاری نظام اپنائیں کیونکہ یہ انصاف اور برابری کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہے جبکہ اس کے برعکس سودی بینکاری کے سبب آج امریکہ، یورپ اور یونان جیسے ممالک مالیاتی بحران کا شکار ہیں۔ اگر آج آپ نے اسلامک بینکاری نظام اپنالیا تو اللہ تعالیٰ نہ صرف آپ کے رزق میں خیر و برکت عطا فرمائے گا بلکہ آپ کا یہ عمل اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی کا سبب بھی بنے گا۔

سنٹرل پولیس آفس لاہور میں پولیس افسران سے خطاب کے دوران چیف جسٹس پاکستان جسٹس آصف سعید کھوسہ نے کہا ہے کہ اعلیٰ حکام کی بار بار عدالتوں میں پیشی میرے نزدیک نامناسب ہے، ہمیشہ خیال رکھا عدالت میں پیش ہونے والے پولیس افسران اور اہلکاروں کی عزت نفس مجروح نہ ہو، اگر مجھے نظر بھی آرہا ہے کہ اس نے قتل کیا تب بھی قانون سے ثابت ہونا ضروری ہے، ہمارا کام انصاف کرنا نہیں بلکہ قانون کے مطابق انصاف کرنا ہے، جھوٹی گواہی کے سد باب کے لیے ٹھوس اقدامات کیے گئے، جھوٹی گواہی پر تفتیشی افسر کو بھی ملزم بنایا جائے گا، ۱۵ جھوٹے گواہوں کیخلاف کارروائی شروع کرادی، جھوٹے گواہ بنانے والے تفتیشی افسروں پر فوجداری مقدمے بنیں گے۔

سپریم کورٹ انصاف کی اعلی ترین آخری عدالت ہے، حکام کام کررہے ہوں تو عدالتوں کو مداخلت کی ضرورت نہیں ہوتی، ادارہ متحرک ہو تو عدالت کو نوٹس لینے کی ضرورت نہیں پڑتی، اندراج مقدمہ کی درخواستوں میں اضافے سے عدالتوں پر بوجھ

بڑھ گیا، تھانہ میں مقدمات بروقت درج کرنا یقینی بنایا جائے، ریٹائرڈ پولیس افسران نے بھی پولیس اصلاحات کمیٹی میں کردار ادا کیا۔

چیف جسٹس پاکستان جسٹس آصف سعید کھوسہ نے کہا ہمارا کام انصاف کرنا نہیں بلکہ قانون کے مطابق انصاف کرنا ہے۔ جھوٹی گواہی کے سدباب کے لیے ٹھوس اقدامات کیے گئے، جھوٹی گواہی پر تفتیشی افسر کو بھی ملزم بنایا جائے گا، یہ ممکن نہیں کہ تفتیشی افسر کو سچ کا پتہ نہ ہو۔

انہوں نے کہا کہ بطور چیف جسٹس میری پہلی ترجیح عدالت میں پیش ہونے والوں کے احترام کی بحالی رہی ہے کیونکہ عدالتوں میں پیش ہونے والے حکام کا احترام نہیں کیا جاتا تھا، میری پہلی ترجیح رہی ہے کہ عدالت بطور عدالت ہی کام کرے، ہمیں یقینی بنانا ہے کہ عدالتیں انصاف کی فراہمی یقینی بنائیں۔

اعلیٰ حکام کی عدالتوں میں بار بار پیشی میرے نزدیک درست نہیں۔ سپریم جوڈیشل کونسل میں ہائی کورٹ کے سینئر جج کو عدالت میں پولیس افسر کے بے عزتی پر کارروائی کا سامنا کرنا پڑا۔

جسٹس آصف سعید کھوسہ نے کہا کہ انصاف کی فراہمی کیلئے تفتیشی افسران کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کے مطابق طے کی گئی مدت میں چالان عدالت میں پیش کریں اور جھوٹی گواہی کو کسی ریکارڈ کا حصہ نہ بنائیں اور جھوٹی گواہی کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے۔

جھوٹی گواہی کسی صورت قابل قبول نہیں اور اب تک جھوٹی گواہی کی بنیاد پر ۱۵ جھوٹے گواہان کے خلاف کاروائی کی گئی ہے اور آئندہ کسی بھی مقدمے میں اگر کسی تفتیشی افسر نے جھوٹے گواہ پیش کئے تو اسے بھی اس جرم میں برابر کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔

انہوں نے مزید کہا کہ اگر سچا گواہ کمزور ہو یا اس میں گواہی دینے کی ہمت نہیں تو کیا اس کی جگہ جھوٹے گواہ اور جھوٹ کی اجازت دیدی جائے جس کی ہمارے مذہب میں بھی سختی سے ممانعت ہے۔ چیف جسٹس نے کہا کہ ہمارا کام انصاف کرنا نہیں بلکہ ہمارا کام قانون کے مطابق انصاف کرنا ہے، یہ ہمارے حلف میں ہے آئین میں لکھا ہوا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگر مجھے نظر بھی آرہا ہے کہ اس نے قتل کیا ہے لیکن قانون میں نہیں ثابت ہوتا تو میرا فرض ہے کہ چھوڑ دوں۔ اللہ تعالی کا نظام بھی یہی ہے۔

اللہ کہتا ہے کہ جرم کے بارے میں چار گواہ لاؤ اور اگر تم چار گواہ نہیں لا سکتے تو تم جھوٹے ہو اور یہ ایک اسٹینڈرڈ آف پروف مقرر کر دیا گیا ہے اور اس اسٹینڈرڈ پرا گر ثبوت نہیں آرہا تو سزا نہیں ہو سکتی۔

چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ کسی میں گواہی دینے کی ہمت نہیں تو انصاف نہ مانگیں، تہیہ کرلیں کہ ہم نے جھوٹی گواہی کو نہیں ماننا، انصاف کرنا مقصد نہیں بلکہ قانون کے مطابق انصاف کرنا ہمارا مقصد ہے۔

چیف جسٹس نے کہا کہ میں آئی جیز کا بہت مشکور ہوں کہ ہر ضلع میں شکایت کے لئے ایس پی مقرر کیے اب لوگوں کو اپنی شکایات کے لیے مقدمے اور عدالت کی ضرورت نہیں رہی، ایک لاکھ ۲۰ ہزار شکایات میں سے ایس پی کی سطح پر ۸۰ فیصد مسئلے حل ہوئے اور شکایات کرنے والے ان فیصلوں سے مطمئن ہوئے۔

چیف جسٹس نے کہا کہ جب ملک میں عوامی نوعیت کا کوئی واقعہ پیش آتا تو شور مچ جاتا ہے کہ چیف جسٹس کو از خود نوٹس لینا چاہیے، لیکن سپریم کورٹ انصاف فراہم کرنے کا آخری ادارہ ہے جسے پہلا پلیٹ فارم نہیں بننا چاہیے، پہلے دن ہی مداخلت کی

جائے تو معاملات الجھ جاتے ہیں، کچھ کیسز میں نوٹس لیا گیا اور کہا گیا دہشت گردی کا معاملہ ہے لیکن بعد میں معاملہ ذاتی دشمنی کا نکلا، تب ہمارے ہاتھ بندھ جاتے ہیں۔

چیف جسٹس صاحب کی باتیں حقیقت پر مبنی ہیں جھوٹی گواہی قیام عدل کے حوالے سے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے نظام انصاف سے اس لعنت کے خاتمے کے لیے ستر سال کی طویل مدت میں نہ صرف یہ کہ کوئی ٹھوس اقدامات عمل میں نہیں لائے گئے بلکہ استغاثے کا پورا کاروبار عملاً جھوٹے گواہوں کے بل بوتے ہی پر چلتا رہا۔

یہ ایک کھلا راز ہے کہ پولیس مقدمات میں اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے باقاعدہ پیشہ ور جھوٹے گواہوں کی خدمات حاصل کرتی ہے۔ عدالتوں میں جھوٹے گواہوں سے نمٹنے کا طریقہ مخالف وکیل کی جانب سے جرح کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اب تک گواہ کا جھوٹ ثابت ہو جانے کے بعد بھی نہ اسے کوئی سزا دی جاتی تھی، نہ اسے سکھا پڑھا کر عدالت میں پیش کرنے والے تفتیشی افسروں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی عمل میں لائی جاتی تھی۔

تاہم موجودہ چیف جسٹس نے نظام انصاف کے اس بنیادی نقص کے خاتمے کا بھی بیڑہ اٹھایا ہے اور اس مقصد کیلئے مؤثر اقدامات عمل میں لائے ہیں۔ جھوٹے گواہ کے ساتھ اسے پیش کرنے والے تفتیشی افسر کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم کیا جانا یقیناً مثبت نتائج کا سبب بنے گا۔

پولیس افسروں سے اپنے خطاب میں چیف جسٹس نے نظام تفتیش میں بہتری کی ضرورت واضح کرتے ہوئے کہا کہ انصاف کی فراہمی کیلئے تفتیشی افسروں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ قانون کے مطابق طے کی گئی مدت میں چالان عدالت میں پیش کریں اور جھوٹی گواہی کو کسی ریکارڈ کا حصہ نہ بنائیں۔

آئندہ کسی بھی مقدمے میں اگر کسی تفتیشی افسر نے جھوٹے گواہ پیش کئے تو اسے بھی اس جرم میں برابر کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ چیف جسٹس نے سوال کیا کہ اگر سچا گواہ کمزور ہو یا اس میں گواہی دینے کی ہمت نہ ہو تو کیا اس کی جگہ جھوٹے گواہ اور جھوٹ کی اجازت دے دی جائے جس کی ہمارے مذہب میں بھی سختی سے ممانعت ہے۔

چیف جسٹس نے کہا کہ اگر مجھے نظر بھی آرہا ہو کہ اس نے قتل کیا ہے لیکن قانون کی روسے ثابت نہیں ہوتا تو میرا فرض ہے کہ چھوڑ دوں۔ چیف جسٹس کی یہ بات یقیناً درست ہے کہ کسی مجرم کے خلاف سچے گواہوں کے سامنے نہ آنے کی صورت میں منصف اسے سزا نہیں دے سکتا اور قانون کے مطابق اسے بری کر دینے کا پابند ہے۔

اس کی مثالیں خلفائے راشدینؓ کے دور میں بھی موجود ہیں مثلاً قانون کے تقاضوں پر پورا نہ اترنے والے گواہوں کی عدم موجودگی کے باعث چوتھے خلیفہ راشد حضرت علیؓ کا اپنی زرہ کی چوری کا مقدمہ ہار جانا لیکن ہمارے معاشرے میں طاقتور مجرموں کا خوف سچے گواہوں کو عدالت کے سامنے پیش ہونے سے جتنے بڑے پیمانے پر روکتا ہے، اس کا ازالہ بھی لازمی ہے کیونکہ اس صورتحال کے جاری رہنے کی شکل میں طاقتور مجرموں کے قانون سے بچ نکلنے کے راستے کھلے رہیں گے اور مظلوموں کو انصاف نہیں مل سکے گا۔ تاہم ایسا معاشرہ محض عدالتی اقدامات سے وجود میں نہیں آسکتا، اس کیلئے ریاست کے تمام ستونوں اور اداروں سمیت پوری قوم کا اشتراک عمل ناگزیر ہے۔

عمر الیاس تیری جرأت کو سلام

ناروے میں جس طرح ایک ملعون نے قرآن پاک کی بے حرمتی کی کوشش کی اس سے دنیا میں اسلام اور قرآن کے پیغام کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، لیکن اس اسلام دشمنی کی وجہ سے مغرب کے اپنے کردار پر ضرور انگلیاں اٹھیں گی۔

اسلام اقلیتوں اور دوسرے مذاہب کے حقوق کی حفاظت پر زور دیتا ہے لیکن چند ملعون کچھ عرصے بعد اٹھتے ہیں اور ایسی ناپاک جسارت کر کے دنیا کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ناروے میں اسلام مخالف تنظیم سے تعلق رکھنے والے شخص نے کرستیان ساند شہر کے پُر رونق علاقے میں پہلے ایک مجمع لگایا اور پھر لوگوں کے سامنے قرآن کریم کو نذر آتش کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کریم کو آتشزدگی سے بچانے کے لیے نوجوان 'غازئ اسلام' الیاس تیزی سے آگے بڑھا اور اسلام مخالف شخص کو اس قبیح حرکت سے روکا۔ نوجوان نے اسلام مخالف شخص کو روکنے کی کوشش کی تو پولیس اس لڑکے کو روکنے اور اس ملعون کو لڑکے سے بچانے کے لیے حرکت میں آگئی۔

دنیا میں کہیں بھی اسلامی شعائر پر حملہ ہو تو دیکھا گیا ہے کہ ایسے موقع پر ملک گیر احتجاج کیا جاتا ہے اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمان امن پسند ہیں لیکن ہمارے مذہب کی توہین ناقابل برداشت ہے۔

اس روح فرسا واقعہ پر اہل اسلام نے صدائے احتجاج بلند کی، پاک فوج بھی پیچھے نہ رہی اور ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل آصف غفور نے مائیکرو بلاگنگ سائٹ پر ایک ٹویٹ کیا، جس میں قرآن پاک کو بے حرمتی سے بچانے والے الیاس کی بہادری کو سراہتے ہوئے انہیں سلام پیش کیا۔ میجر جنرل آصف غفور نے لکھا کہ 'ایسی اسلامو فوبیا پر مبنی اشتعال انگیزی صرف نفرت اور انتہا پسندی کو فروغ دیتی ہے۔ اسی طرح ناروے میں پیش آنے والے ناخوشگوار واقعے کے خلاف مسلم لیگ نون کی رکن پنجاب اسمبلی سمیرا کومل نے ایوان میں ایک مذمتی قرارداد بھی جمع کرائی۔

ایسے واقعات کئی سوال اٹھاتے ہیں مثلاً یہ کہ مغرب میں آزادیٔ حقوق کے نام پر جو کچھ کیا جارہا ہے کیا اس کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں۔ کیا انسانی حقوق یا آزادیٔ رائے کے نام پر کسی بھی مذہب یا کسی بھی آسمانی کتاب کی بے حرمتی کی جاسکتی ہے؟

ناروے میں اگر ایک ملعون یہ ناپاک جسارت کر رہا تھا تو اسے ناروے کی حکومت اور انتظامیہ نے پہلے کیوں نہیں روکا؟ کیوں اس کو ایک مجمع لگانے کی اجازت دی گئی۔ وہ بڑے آرام اور اہتمام کے ساتھ آیا اور سارا عمل باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کیا۔

سوال یہ ہے کہ اس شخص کے پیچھے کون کھڑا ہے اور کون مذاہب کی جنگ شروع کرانا چاہتا ہے۔ میں لاہور کے ایک متحرک نوجوان بلال شفیق کو داد دینا چاہتا ہوں جس نے اپنے فیس بک پیج پر انگریزی میں ایک ویڈیو جاری کی جس میں اس نے

ہاتھ میں لائیٹر اور ناروے کا قومی پرچم اٹھایاہوا تھا لیکن اس نے اس پرچم کو آگ نہیں لگائی بلکہ واضح کیا کہ مسلمان امن پسند قوم ہیں۔ یہ دوسرے مذاہب تو کیا مغربی ممالک کے پرچم تک کا احترام کرتے ہیں۔ وہ چاہیں تو رد عمل میں ان کے پرچم کو جلا سکتے ہیں لیکن وہ اپنی ویڈیو کے ذریعے ناروے اور دنیا کے تمام غیر مسلموں کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اس طرح کی حرکت سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے اور خود مغرب کا اصل چہرہ سامنے آگیا ہے لیکن وہ سب کو امن کا پیغام دے رہے ہیں۔

میرے خیال میں اس طرح کی رد عمل پر مبنی ویڈیوز انگریزی زبان میں وائرل کرنے سے مسلمانوں کا امن کا پیغام پوری دنیا تک پہنچے گا؛ چنانچہ ہر شخص کو اپنے سوشل میڈیا پر انگریزی میں لکھ کر یا بول کر پوسٹ ڈالنی چاہیے۔ ناروے کے غازئ اسلام نے تو اپنا حق ادا کر دیا، ہمیں بھی اپنا فرض ادا کرنا ہے اور دنیا کو بتانا ہے کہ اس طرح کی شر انگیزیاں دنیا کو روکنا ہوں گی۔

افسوس اس بات پر ہے کہ ہماری مسلم امہ اس واقعے پر سوئی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اب تک تمام مسلم ممالک کی طرف سے ناروے میں ہونے والے واقعے کے خلاف احتجاج آجانا چاہیے تھا۔ امریکہ میں جب بھی کسی نائٹ کلب پر حملہ ہوتا ہے کوئی شخص پچاس ساٹھ لوگوں کو مار ڈالتا ہے تو اسے ذہنی مریض قرار دے دیا جاتا ہے اور کبھی رخ گن قوانین کی طرف مڑ جاتا ہے؛ تاہم کسی مسلمان کی ایک گاڑی سے ٹکرا کر کوئی غیر ملکی زخمی ہو جائے تو انتہا پسندی اور دہشت گردی کا لیبل فوری طور پر لگا دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات پر امریکی صدر تک کے بیانات آجاتے ہیں اور مسلمانوں پر مزید پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔

پاکستان نے ناروے کے سفیر کو بلا کر احتجاج کیا، لیکن بات یہیں تک نہیں رکنی چاہیے۔ اسے ملک بدر کرنا چاہیے اور اس واقعے کی پوری تحقیق ہونی چاہیے تا کہ

مستقبل میں ایسی مذموم حرکات کو روکا جاسکے۔ ایسی حرکت کسی ترقی پذیر ملک میں ہوئی ہوتی تو اور بات تھی، لیکن ناروے جیسے ترقی یافتہ ملک میں ایسی حرکات کا ہونا تعجب خیز اور معنی خیز ہے۔

یہ اور بات ہے کہ ایسی حرکات سے اسلام دبنے کی بجائے مزید پھیلتا ہے اور غیر مسلموں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ وہ اس واقعے کی تحقیق کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا تو دور دور تک دہشت گردی اور انتہا پسندی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

اس واقعے کے بعد پورے ناروے میں ہر طرف قرآن کی محفلیں سج گئیں' سوشل میڈیا پر لاکھوں کی تعداد میں ایسی ویڈیوز پھیلنے لگیں، جن میں نوجوان ایک قطار میں بیٹھے قرآن حکیم کی بلند آواز سے تلاوت کر رہے ہیں اور اس سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔

دنیا بھر میں کروڑوں قرآن کے حافظ موجود ہیں، جو قرآن پاک کو سینے میں بسائے دل کی دھڑکن بنائے ہوئے ہیں۔ ماضی میں بھی جب اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے یا انہیں نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی تو تب بھی مسلمانوں نے بڑے تحمل کے ساتھ اس کا ردعمل دیا لیکن یہ سلسلہ اب بند ہونا چاہیے۔

آزادئ رائے اور توہین مذہب کے درمیان ایک لکیر کھینچی جانی چاہیے۔ آپ حیران ہوں گے کہ لندن میں ایک مخصوص جگہ پر لوگوں کو ہر طرح کی رائے دینے کی آزادی ہے، لیکن ملکہ برطانیہ کے خلاف وہاں بھی کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر ایک ملک کی ملکہ کے خلاف کچھ نہیں کہا جا سکتا تو پھر دنیا کے سب سے بڑے مذہب کی الہامی کتاب کے ساتھ ایسی جسارت کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔ مغرب کو دو چہروں والی اپنی یہ پالیسی ترک کرنا ہو گی۔ اب وہ دور نہیں رہا کہ کوئی بھی کسی کے خلاف کچھ بھی کہتا رہے اور اس کا ردعمل نہ آئے۔

ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء کے ذریعے اقتدار حاصل کرتے ہی پاکستان کی سول بیوروکریسی کی تطہیر اور تنظیم نو کے لیے دو کام کیے...ایک بیورو آف نیشنل ری کنسٹرکشن قائم کیا جس کی سربراہی ایک بریگیڈئر کر رہے تھے اور دوسرا پاکستان کے چیف جسٹس اے آر کارنیلیس کی سربراہی میں بیوروکریسی کی تنظیمِ نو کے لیے ایک کمیشن قائم کر دیا۔ ملک کی انتظامیہ کی تطہیر، تنظیمِ نو اور اس کی صفوں سے بددیانت اور نااہل لوگوں کو نکالنا ہر فوجی حکمران کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔

جمہوری حکمرانوں میں یہ شغل صرف ذوالفقار علی بھٹو نے اختیار کیا۔ سب نے اسی طرح کے ادارے قائم کیے، ایسے ہی کمیشن بٹھائے اور ان سب نے اپنی ذاتی ناپسند اور تعصب کی بنیاد پر افسران کو نوکری سے نکالا۔ سب سے بڑی تعداد چودہ سو افسران کی تھی جو ذوالفقار علی بھٹو کی جنبشِ قلم سے نوکری سے برخاست ہوئے، لیکن ان سب کا انجام یہ ہوتا رہا کہ ذوالفقار علی بھٹو ہو، ایوب خان، یحییٰ خان یا ضیاء الحق، سب کے سب اسی بیوروکریسی کے ایسے بے دام غلام بنے کہ ان کے مشورے کے بغیر گھر سے قدم بھی باہر نہ نکالتے۔

ذوالفقار علی بھٹو جیسے ذہین سیاستدان نے بھی ۱۹۷۷ء میں الیکشن کی ٹکٹیں بیوروکریسی کے اہم کل پرزوں یعنی اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں سے پوچھ کر جاری

کیں۔ یہ ایک ایسا تماشا ہے جو اس ملک میں ۵۵ سال سے لگا ہوا ہے۔ ہر نیا حکمران آکر ایک ہی اعلان کرتا ہے کہ میں کرپشن کا خاتمہ کر دوں گا۔ ۱۹۸۸ء کے بعد تو ہر پارٹی نے اپنے اپنے "ایماندار" اور "کرپٹ" افسران کی فہرستیں تیار کر رکھی ہیں۔ نواز شریف کے ایماندار پیپلز پارٹی کے لیے کرپٹ ہیں اور پیپلز پارٹی کے کرپٹ افسران ن لیگ کے لیے ایماندار۔ اس جمہوری وقفے میں پرویز مشرف کی بھی آمد ہوئی جس نے پوری قوم کو ایک ڈرامے کے ذریعے دھوکہ دینے کی کوشش کی اور نیب کا ادارہ قائم کیا۔ لیکن اس ادارے کی تفتیش اور تحقیق آخر کار وفاداریاں خریدنے کے کام آئی۔ ہر حکمران کے دور میں ایک ہی نعرہ بلند ہوتا ہے، ایک ہی غلغلہ رہتا ہے کہ اس ملک میں بددیانتی اور کرپشن اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اور اس نعرے کے جواب میں ایک "پختہ عزم" کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم کرپشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ حل کیوں نہیں ہوتا؟

۱۹۵۶ء کی کارنیلیس رپورٹ میں ایک پیراگراف اس قوم کو حیران کر دینے کے لیے کافی تھا جس میں کہا گیا کہ "گزر گئے وہ دن جب سی ایس پی افسران کا شمار ایماندار لوگوں میں ہوتا تھا اور لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے۔ پورے برطانوی دور میں ان کی ایمانداری کی وجہ ہی سے حکومت مستحکم رہی لیکن اب حالت یہ ہے کہ محکمہ انسدادِ رشوت ستانی کے کیسوں میں تین نام سی ایس پی افسران کے بھی ہیں"۔ یہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ اس رپورٹ میں بہت سی سفارشات بھی پیش کی گئیں لیکن ایوب خان کی سیاسی مصلحتوں اور بیوروکریسی کی چرب زبانی نے اس رپورٹ کو سرد خانے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آج تک یہ معاشرہ رشوت کے معاملے میں دن بدن زوال کا شکار ہے۔ اب یہ عالم ہے کہ ایک چھوٹے سے کام کے

لیے بھی عام آدمی کو رشوت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ پاسپورٹ بنوانا ہو، بجلی یا گیس کا بل درست کروانا ہو، پیدائش یا موت کا سرٹیفکیٹ لینا ہو، ڈرائیونگ لائسنس، زمین کی فرد، حتیٰ کہ عدالت میں فیصلے کی نقل اور آئندہ پیشی کی تاریخ تک لینے کے لیے رشوت درکار ہے۔ ایسا کرنے والے لوگ دونوں جانب سے اپنا اپنا رونا روتے ہیں۔ رشوت لینے والا کہتا ہے کہ میری تنخواہ اس قدر قلیل ہے کہ میں اپنے مہینے کے پہلے دس دن بھی مشکل سے گزار پاتا ہوں جبکہ رشوت دینے والا یہ کہتا ہے کہ اگر وہ پیسے نہیں دے گا تو اسے اتنے چکر لگوائے جائیں گے کہ ایک دن تنگ آکر یا تو وہ رشوت دے دے گا یا پھر خودکشی کر لے گا۔

اس پورے مسئلے کو سمجھنے کے لیے جب میں سید الانبیاء ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں سے رجوع کرتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ ہم نے کرپشن اور رشوت کے خلاف جہاد کا سفر ہی شروع نہیں کیا۔ ہم نے اس سیڑھی پر قدم ہی نہیں رکھا جس سے کرپشن اور رشوت کا خاتمہ ہو سکے۔ آپ ﷺ نے کس وضاحت سے فرمایا: "رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں"۔ ہم نے بحیثیت معاشرہ کبھی رشوت دینے والے کو اس صف میں کھڑا ہی نہیں کیا جس صف میں میرے آقاؐ نے کھڑا کیا تھا۔ کسی جگہ ہم نے اسے مجبور، بے کس اور حالات کا غلام قرار دیا اور کہیں ہم نے اسے مال دار بنایا جس کے سب کام پیسوں سے نکل سکتے ہیں۔ ہماری حکومتوں کی ساری کی ساری خرمستیاں اور ڈرامے بازیاں اور ان کے نتیجے میں جنم لینے والی مقدمے بازیاں صرف سرکاری اہلکاروں تک محدود رہتی ہیں۔ ہم اس صنعت کار کو نہیں پکڑتے جو انکم ٹیکس افسر کو رشوت دیتا ہے، اس مل مالک کا کچھ نہیں بگاڑتے جو پیسے دے کر لائسنس حاصل کرتا ہے۔ وہ ڈرائیور بھی ہماری پکڑ میں

نہیں آتا جو ٹیسٹ نہیں دیتا اور رشوت دے کر لائسنس بنوا لیتا ہے۔ اس ملک میں رشوت دینے والوں کی لمبی لمبی قطاریں ہیں جو دفتروں کے باہر اپنے ناجائز کام کروانے کے لیے لگی ہوئی ہیں۔ اس فن میں طاق وہ دلال ہیں جو ان دفاتر میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اب تو یہ فن اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ افسر کو اپنے منہ سے کہنے کی کچھ ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

ایک تو صاحب سے کام نکلوانے والے مختلف لوگ دفتروں کے آس پاس میسر آ جاتے ہیں جو ایک "شریف" شہری اور "شریف" افسر دونوں کا بھرم رکھتے ہیں۔ نہ افسر کو سائل سے پیسے لیتے ہوئے شرمندگی کا احساس ہوتا ہے اور نہ سائل اس کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے کہ پتہ نہیں آفیسر کم یا زیادہ کے معاملے میں ناراض نہ ہو جائے۔ افسران کی ایک اور قسم ہے جنہیں آج کے دور میں کامیاب افسر کہا جاتا ہے۔

ان لوگوں نے زندگی بھر یا پھر نوکری کا پورا عرصہ ایک ہی شخص کو اپنا رازدان، دلال یا ٹاؤٹ بنایا ہوتا ہے۔ عموماً وہ صاحب کا بہت قریبی دوست معلوم ہوتا ہے۔ صاحب اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس کی رات گئے کی محفلوں میں شریک ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو خاندانی تعلقات بھی ہوتے ہیں۔

یہ شخص صاحب کی تمام ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ پلاٹ خریدنا ہے، مکان بنانا ہے، بچوں کی فیسیں ہیں، شادی کے اخراجات ہیں، بیرون ملک شاپنگ ہے، یہاں تک کہ بیگم صاحب کے ناز نخرے بھی اس "قریبی عزیز" یا "بھائی" کے ذمے ہوتے ہیں۔ لیکن پورے ملک کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب سے کام کروانا ہو تو یہ شخص ایک کارگر نسخہ ہے۔ اس کارگر نسخے کی کام کے سلسلے میں ایک مناسب فیس ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کی سرمایہ کاری طویل اور صبر آزما ہوتی ہے۔
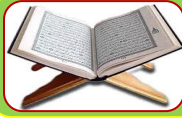
نَقشبَندِیَہ
رُوحانی علاج گاہ
مرض روحانی ہو یا جسمانی
جادو ہو یا جنات
نظر بد کے اثرات ہوں یا بندش
کینسر ہو یا شوگر
علاج
قرآنی آیات
اور مسنون دعاؤں سے کیا جاتا ہے
آپ کے معالج ڈاکٹر ہوں یا عاملین حضرات ہر جگہ اپنا قیمتی وقت اور پیسہ ضائع نہ کریں بلکہ مخلص اور تجربہ کار معالج سے رجوع کریں، ہمارے ہاں مرض کی تشخیص فون کال پر بھی کی جاتی ہے اور اپنی بیماری کی تشخیص ہمارے ہاں سے فری میں کروائیں۔
معالج
ابو حافظ محمد عاصم عثمانی نقشبندی
03064287164.03465323364

مشہور شاعر وادیب جناب پروفیسر آل احمد سُرور مرحوم کشمیر کے بارے میں یوں نغمہ زن ہیں ؎

میرے کشمیر! فلک بوس تیرا گنبدِ نُور　　تیرے ہر سلسلہ کوہ کو زیبا ہے غُرور

ہماری وادی کشمیر اپنے قدرتی حسن و جمال اور اپنی فطری رعنائی و کشش کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس کے سیاحتی مقامات، پُر بہار باغات، پُر فضا چمنستان اور کوہ و دمن کے دلفریب سلسلے دنیا بھر کے سیاحوں، شاعروں، ادیبوں اور فلسفیوں کو دعوتِ نظارہ دیتے آرہے ہیں۔ اور سب اس کے جمالیاتی پہلو کو اپنے اپنے اعتبار سے نکھارتے ہیں، کہاوتوں اور محاوروں میں اس کے حسن و خوبی کو بطورِ مثال پیش کرتے ہیں؛ چناں چہ کبھی ترنگ میں آکر دانائے رازؒ نے اس وادی سے یوں اظہار محبت فرمایا ہے ؎

ورثے میں ہم کو آئی ہے آدم کی جائیداد　　جو ہے وطن ہمارا وہ جنت نظیر ہے

مفتی محمد اسحاق قاسمی بانڈی پورہ کشمیر

اس کے صحت افزا اور خوش گوار موسم کا کیا کہنا، گرمی کے موسم میں ٹھنڈی وپر سکون ہوائیں، روحوں کو تازگی اور دلوں کو فرحت بخشتی ہیں۔ اس کے پُر لطف وپُر بہار موسم میں ہر چہار سو، بے شمار پھولوں اور پھلوں کی کونپلیں اور شگوفے، دلفریب رنگارنگ کلیوں کی پررونق بہاریں نیز باغوں وکھیتوں کی سبزہ زاریاں قادرِ مطلق کی عجیب وغریب گلکاریوں میں غور کرنے کی دعوت دیتی ہیں، سردی کے موسم میں برف پوش پہاڑیاں، اس پر مستزاد سورج کی حسین کرنیں جو ان کے حسن وجمال میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔

اِدھر موسمِ خزاں کا بھی اپنا ایک خوشنما منظر ہوتا ہے کہ آدمی بس دیکھتا ہی رہتا ہے، لہٰذا اس جغرافیائی وحقیقی پس منظر میں ہماری وادی کے حق میں مشہور فارسی شاعر عرفی شیرازیؒ نے اگر یہ گیت گایا ہے تو غلط نہیں ہے ؎

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید　　گر مرغ کباب است بابال وپر آید

عرفیؔ کو کشمیر آنا نصیب نہیں ہوا تھا، تاہم خیالات کی دنیا میں حقیقت کی منظر کشی انھوں نے ضرور کی ہے، گویا نارِ جہنم میں جلے بھنے لوگوں کے لیے اگر یہ اَعراف (بلاتشبیہ) ہے تو اصحاب اعراف کے لیے پھر جنت نظیر ضرور ہے۔ اس کے اسی ظاہری حسن پر فریفتہ ہو کر مغلیہ حکومت کا عادل بادشاہ جہاں گیر ایک مرتبہ یوں بول پڑا ؎

گر فردوس بروئے زمین است　　ہمیں است وہمیں است وہمیں است

جہاں گیر کی اس نقاب کشائی کی داد دیجیے، پھر یہاں کے حسین مناظر سے لطف اٹھائیے کہ گرتے آبشاروں، بہتے دریاؤں، ابلتے چشموں، سر بہ فلک کہساروں، سرسبز وشاداب باغوں، لہلہاتے کھیتوں، بل کھاتی سڑکوں، زعفران زار کیاریوں، وسیع اور

دل فریب میدانوں، سایہ دار درختوں، چنار کے گھنے چھاؤں اور ان کی شاخوں پر بے شمار حسین وخوب صورت جانوروں کی سوز دل ودردِ جگر سے ملی بولیاں پھر مہاجر پرندوں کی چہچہاہٹ اوران کی دل کش نغمہ سرائیاں اور پہاڑیوں کے دامن میں آباد بستیاں۔ معلوم نہیں ان مناظر کے حسین تصورات اور مسرت افزا خیالات میں گم شاعروں، ادیب اور فلسفی، کہاں سے کہاں پہونچ جاتے ہوں گے، اس طرح بن دیکھے کتنے اس کے حسین وسیاہ زلفوں کے اسیر ہوگئے ہیں حتیٰ کہ مشہور شاعر علامہ انور صابریؒ سے بھی رہا نہ گیا وہ پکار اٹھے ؎

اے خوشا! باغِ خلد کی تصویر رشکِ فردوس وجنت نظیر

اور تو اور شعر وادب کے بے تاج بادشاہ رند صفت مرزا غالبؔ بھی چہک اٹھے ؎

میرؔ کے اشعار کی کیا بات کہوں اے غالبؔ جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں

لیکن یہاں کا موسم سرما؟! الامان الحفیظ! تاہم وہ اپنے اندر چند خصوصیات رکھتا ہے۔ برف باری کا منظر کتنا حسین ودل فریب ہوتا ہے، بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، ہر سو برف کے سفید خوب صورت گالے گر رہے ہیں، جیسے آسمان سے شیرینی بکھیر رہی ہو۔ ساری دھرتی وتمام بستیاں، پہاڑ وبیابان، سڑکیں اور میدان برف کی سفید چادر سے ڈھکے ہوئے، لوگ شوق یا شرارت میں ایک دوسرے پر برف کے ہتھ گولے بھی پھینکتے ہیں اور خوب محظوظ ہوتے ہیں۔

ٹھنڈا تنی کہ دانت سے دانت بجے اور سردی کی شدّت ایسی کہ ننگی کھال پر جیسے آرہ چلے۔ لوگ گرم گرم ملبوسات سے مقدور بھر سر سے پاؤں تک اپنے آپ کو مکمل ڈھانپے رکھتے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ''کانگڑی'' جس کو بڑے اہتمام واحترام کے ساتھ دامن کے اندر چھپایا جاتا ہے کہ حرارت بھی حاصل ہو؛ مگر اس کی سوزش وشعلہ سے جسم اور کپڑے محفوظ رہیں۔ اس طرح یہ کانگڑی تاپنا بھی ایک فن ہے۔

یہ وطن عزیز کی پہلی تصویر ہے۔

اس ظاہری حسن وجمال اور رعنائیوں کے ساتھ ساتھ حضرت حق جل مجدہٗ نے ہماری اس وادیٔ گلپوش کو باطنی حسن وجمال اور کمالات کے ساتھ بھی خوب فیاضی سے نوازا ہے؛ چناں چہ یہاں کی مہمان نوازی وخدمت گذاری، شرافت پسندی وسخاوت شعاری اور احترامِ آدمیت کی ایک مثال رہی ہے، غالباًاس تاریخی حقیقت کے پس منظر میں ایک مشہور ہندو شاعر پنڈت برج نرائن چکبست نے اہلِ کشمیر کے اس حسنِ اخلاق کی یوں داد دی ہے ۔

ذرہ ذرہ ہے میرے کشمیر کا مہماں نواز
راہ میں پتھر کے ٹکڑوں نے دیا پانی مجھے

پھر یہاں کے لوگوں کی ذہانت وفطانت، ان کی دانش وبینش، ان کی مذہب پسندی ورواداری، ان کی علم پروری اور صنعت وحرفت سے ان کی بے مثال دلچسپی بھی ایک تاریخی حقیقت ہے؛ چنانچہ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ جیسے ضبط وحفظ کے بے تاج بادشاہ اور بحر العلوم والفنون، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ جیسے بے مثال خطیب وسحر البیان مقرر، حضرت شورش کشمیریؒ جیسے دیانتدار وبے باک صحافی، حضرت میر واعظ کشمیر مولانا محمد یوسف شاہ صاحب جیسے نڈر دیانت وسیاست کے علم بردار، دانائے راز علامہ اقبالؒ جیسے بے مثال انقلابی شاعر اور دیدہ ور ادیب مؤمن اور نہرو خاندان کے آباء واجداد مثلاً پنڈت موتی لال نہرو جیسے دور اندیش سیاسی مدبر جن کا خمیر اسی خاکِ ارضی سے گوندھا گیا ہے۔

یہ ہمارے وطنِ عزیز کی دوسری تصویر ہے۔

مگر اب بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ ہماری اس وادی گلپوش کے اس ظاہری حسن وجمال اور باطنی کمالات ورعنائیوں کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ اب

اس کی ظاہری وباطنی چمک ماند پڑ چکی ہے۔اس کی خوب صورتی کے سورج کو گہن لگ چکا ہے،اب اس میں وہ دل ربائی ودل کشی نہیں رہی ہے گویا اس کی صلاحیتوں کو گھن لگ چکا ہے، اب مادرِ گیتی ایسے فرزندوں کو جنم دینے میں بانجھ ہو چکی ہے۔ دانائے راز نے معلوم نہیں کس درویشانہ مستی وجذب کے عالم میں آج سے کوئی نوے سال قبل یہ بات کہی ہے اور اس کا یوں رونا رویا ہے ؎

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

ہمارا جوہرِ ادراک کہاں کھو گیا ہے،اب دین پسندی وعلم پروری اور وسعتِ ظرفی وشرافت نفسی کم یاب ہے، باہمی اخوت ورواداری اور ایک دوسرے کے تئیں اکرام واحترام کے نیک اور پاکیزہ جذبات سرد پڑ چکے ہیں۔ اہالیانِ کشمیر کی اپنی مذہبی وتہذیبی شناخت تھی،اب وہ بڑی تیزی کے ساتھ مٹتی جارہی ہے۔اب یہاں جہالت وتعصب حکمراں ہے۔ ہر طرف وحشت ودہشت کا سماں ہے۔ نفرت وعداوت کی فضا ہے۔

اِدھر ہسپتال (سرکاری ونیم سرکاری) مریضوں سے بھرے ہوئے ہیں، میڈیکل اسٹورز کے سامنے لمبی لمبی لائنیں لگی رہتی ہیں۔ پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں میں آئے دن خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہے۔ ڈپریشن وٹینشن، ہارٹ اٹیک وناگہانی اموات، فرار وخودکشی کے افسوسناک واقعات اور نشیلی ادویات کا چلن عام ہورہا ہے۔ نقلی دواؤں کی بہتات اور ناتجربہ کار ڈاکٹروں کی بھیڑ اس پر مستزاد۔
اِدھر گھر گھر ٹی وی اور بکثرت چینلز جن میں ایمان سوز واخلاق دشمن پروگرام ہی ہوتے ہیں۔نوجوان برائیوں میں مبتلا ہیں،عورتیں دھڑادھڑ بے حیائی کی

طرف دوڑ رہی ہیں، بچوں میں ''کسی کا نہ ماننا'' کا مزاج بن رہا ہے۔ زرد صحافت اور بے دین سیاست اور مذہبی و سیاسی استیصال جلتے پر تیل کا کام کر رہا ہے۔

یہ ہمارے وطن عزیز کی موجودہ تصویر ہے۔

آج سے کوئی سات سو سال پہلے جب ہماری وادی شرک و کفر اور بدعات ورسومات کے سیاہ بادلوں سے گھری ہوئی تھی۔ اسلام سے مکمل ناآشنائی تھی، مگر جب حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن شرف الدین بلبل شاہ صاحبؒ یہاں اسلام کی حیات بخش دعوت لے کر اٹھے تو فضا صاف ہو گئی۔

اسلام کا آفتاب چمکا جس سے ساری وادی چمک اٹھی پھر نصف صدی کے بعد حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ واردِ کشمیر ہوئے تو یہاں کی زمین سونا اگلنے لگی، پھر یہ سرزمین مصلحین، مخلصین، علمائے عاملین اور عارفین کی آماجگاہ بنی، حضرت سلطان العارفینؒ کی انفاس قدسیہ سے بدعات و خرافات کی تاریک راتیں چھٹنے لگیں، اِدھر حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ نے انسانی صلاحیتوں میں چار چاند لگا دیے۔

اس طرح ان تین اکابرِ ملت کے علمی و عرفانی کمالات، دعوتی و اصلاحی اقدامات اور راہ تزکیہ و سلوک میں انتھک ریاضات ہی کا اثر تھا کہ بیرونِ ریاست سے اکابرِ علم و عرفان (مثلاً علامہ کبیر رومیؒ، حضرت شیخ جمال الدین بخاریؒ) سیکڑوں کی تعداد میں واردِ کشمیر ہوئے، مشن اولیائے رحمٰن کا احیاء ہوا، اسی طرح امت کو حضرت علامہ مولانا محمد سلیمانؒ جیسے امامِ قراءت و تجوید، حضرت علامہ محمد فاضل بخاریؒ جیسے وقت کے شیخ الاسلام، حضرت علامہ محمد حسین کشمیریؒ جیسے پٹنہ کے قاضی القضاۃ، حضرت علامہ شیخ یعقوب صوفیؒ جیسے امام علوم وفنون وقطبِ زمان حضرت علامہ قاضی موسیٰ شہیدؒ جیسے عالمِ ربانی، حضرت علامہ بابا داؤد خاکیؒ جیسے امامِ اعظم ثانی اور

حضرت علامہ باباداؤد مشکوتیؒ جیسے محدثِ دوراں نصیب ہوئے۔ حکمراں اسلام پسند، رعایاپرور اور خداپرست ملے تو چہار دانگ کشمیر میں اسلام کا جھنڈا بلند رہا۔ ہر ایک دینِ فطرت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، مدارسِ اسلامیہ اور مراکز دعوت و تعلیم وتربیت آباد تھے۔

یہ ہمارے وطن عزیز کا سب سے روشن پہلو تھا۔

مگر ہماری حالت تو یہ ہے کہ ؎

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پہ آسماں نے ہم کو دے مارا

ان حضرات نے مہاجرت و مناصرت کے کڑوے گھونٹ اور نفس کشی کے تلخ جام انسانیت کی فلاح وصلاح کے لیے پئے تھے، مشاکل و مصائب کے ہلاکت خیز درے اور دریا ہمارے لیے عبور کیے، پُرخطر راہوں، بیابانوں اور چٹانوں کو ہماری ہمدردی میں طے کیے تھے۔ اکابرِ ملت کی انھیں قربانیوں کا ثمرہ اسلام وایمان اور کلمہ وقرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے کیوں کہ ؎

شورشِ عندلیب نے روحِ چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

لہٰذا کشمیر وکشمیریت، اسلام واسلامیت، اور نعمت اسلام کا تقاضا ہے کہ ہم صرف انھیں اولیائے رحمٰن کا مشن زندہ کریں، اسی راہ پر چلیں، اسی میں وطنِ عزیز کی سلامتی ہے، پیارے وطن کشمیر کی یہی پکار ہے، ہمارے روشن مستقبل کا غماز بھی مردے از غیب بیروں آید و کارے کند (بشکریہ ماہ نامہ دارالعلوم)

☆☆☆

عقل و خرد سے عاری، یاوہ گوئی کی عادی تبدیلی سرکار ملک عزیز کو سنوارنے کی بجائے بگاڑنے پر کمربستہ ہے، کچے کانوں کی مالک اس کی قیادت جو بات کہیں سے کاناپھسی کی شکل میں سنتی ہے اس پر عمل کرنے کی ٹھان لیتی ہے، پہلے ہی وطن عزیز پاکستان سے سرمایہ کاری ختم ہوتی جارہی ہے، اوپر سے حکمران پارٹی امپورٹڈ لوگوں کی مدد سے مزید دیوالیہ نکالنے پر لگی ہوئی ہے، ایف بی آر نامی محکمہ جو ملک بھر سے حکومت کو ٹیکس اکٹھا کر کے دیتا ہے نت نئے ظالمانہ طریقے اختیار کرتے ہوئے وطن عزیز کے صاحب ثروت لوگوں کو ڈرانے دھمکانے میں مصروف ہے، ایف بی آر کی ظالمانہ پالیسیوں کے تحت ہی وطن عزیز پاکستان میں کاروباری مشکلات پیدا ہو چکی ہیں۔

ایف بی آر کی ظالمانہ پالیسیوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں، حکومت کا سالانہ بجٹ خسارے میں جاتا ہے، لوگ ٹیکس دینے سے کنی کتراتے ہیں، اگر ایف بی آر کے نظام میں ٹیکسوں کی وصولی کا کوئی جائز سسٹم ہو تو ہر شخص خود آکر ٹیکس جمع کروائے، مگر ایف بی آر کی بے تکی اور من پسند شرائط کے تحت لوگ ٹیکسوں سے

بھاگتے ہیں اور حکمران ایک ہی راگ الاپتے ہیں کہ لوگ ٹیکس نہیں دیتے، جب کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے، یہاں آج پیدا ہونے والے بچے سے لے کر آج قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں اترنے والے ہر شخص سے خواہی نہ خواہی میں ٹیکس لیے جاتے ہیں، بچے کے فیڈر، درزی کی سوئی سے لے کر بڑی سے بڑی چیز تک پر ٹیکس موجود ہیں، پھر بھی حکمران کہیں کہ لوگ ٹیکس نہیں دیتے تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔

اب ایف بی آر اور بینکوں کے درمیان ایک نیا خوفناک، بھیانک اور اخلاقیات کے زوال پر مبنی معاہدہ ہوا ہے، جس کے تحت کسی کی رازداری نہیں رہے گی، وہ یہ کہ جس شخص کی رقم کی ایک حد ایف بی آر نے طے کر دی ہے اس کی اطلاع ایف بی آر کو بینک دے دیا کریں گے، پھر ایف بی آر اس کے ساتھ قصائیوں والا سلوک کرے گا۔

جب سے تبدیلی سرکار آئی ہے تب سے بینکوں میں ایف بی آر کے لوگ بھی میزیں سجائے بیٹھے ہیں، رقم نکلوانے والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ رقم کہاں سے آئی ہے، بیرون ممالک سے روانہ کی جانے والی رقوم تو بہت سے لوگوں نے رکوا ہی دی ہیں، کیونکہ ان رقوم پر ایف بی آر کے نمائندے زیادہ سوالات داغتے ہیں۔

روزنامہ جنگ نے اپنے ۲دسمبر ۲۰۱۹ کے اداریے میں اس معاہدہ پر یہ شذرہ پیش کیا ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں ٹیکسوں کی وصولی کی پست شرح کے باعث ہر سال وفاقی بجٹ کے لیے مطلوب رقم میں بھاری کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ وصول نہ ہو پانے والے ٹیکسوں کا مجموعی حجم ایک پورے بجٹ سے کم نہ ہو گا۔ معیشت کو موجودہ نہج تک پہنچانے کا یہ ایک بنیادی سبب ہے۔ سینکڑوں ارب ڈالر کے غیر ملکی قرضوں کا بوجھ مقامی طور پر مطلوبہ اہداف پورے نہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے۔اِن حالات میں منظرِ عام پر آنے والی یہ رپورٹ سوکھے دھانوں پانی پڑنے کے

مترادف ہے کہ کمرشل بینک اپنے کھاتے داروں کا ڈیٹا اب ایف بی آر کو دے سکیں گے۔ اس حوالے سے ایف بی آر اور بینکوں میں معاہدہ ہوا ہے جس پر ایف بی آر کے چیئرمین اور کمرشل بینکوں کے سربراہوں نے دستخط کیے ہیں۔ معاہدے کے تحت ان اکائونٹس ہولڈرز کی تفصیلات فراہم کی جائیں گی جو یومیہ پچاس ہزار یا ماہانہ دس لاکھ روپے نکلواتے، ایک کروڑ جمع کراتے یا ماہانہ ڈھائی لاکھ کریڈٹ کارڈ سے ادائیگی یا پانچ لاکھ سے زائد سالانہ منافع حاصل کرتے ہیں۔

اِس اقدام سے ٹیکس نیٹ میں نہ آنے والے افراد سے متعلق ایف بی آر کے دیرینہ مسئلے کے حل ہونے میں مدد ملے گی تاہم اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس وقت مجموعی طور پر کھربوں روپے مالیت کا سرمایہ ایسا ہے جو لوگوں نے پوشدہ رکھا ہوا ہے جبکہ متذکرہ معاہدے کے بعد اس رجحان میں مزید اضافہ بھی خارج از امکان نہیں۔

مزید برآں اس وقت منی لانڈرنگ کی روک تھام کے لئے اگرچہ ہوائی اڈوں پر نگرانی زیادہ موئثر بنانے سمیت دیگر اقدامات بروئے کار لائے جارہے ہیں تاہم ملک کی سرحدوں سے روزانہ کثیر سرمایہ بیرونِ ملک اسمگل ہونے کی رپورٹیں بھی نظر انداز نہیں کی جانی چاہئیں اور کرنسی کا غیر قانونی کاروبار کرنے والے مافیا کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لیے تمام ممکنہ تدابیر عمل میں لائی جانی چاہئیں۔(روزنامہ جنگ)

ہمارے خیال میں حکومت کو آسان ترین طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے، یہاں سیل پر ٹیکس ہے، یہاں پروڈکشن پر ٹیکس ہے، یہاں مشینری خریدنے پر ٹیکس ہے، پھر سترہ سترہ فیصد ٹیکس ہے، جب کہ اسلامی تعلیمات میں زکوٰۃ ڈھائی فیصد ہے ، عامل کے کام کرنے والے اوزاروں پر زکوٰۃ نہیں ہے، ایف بی آر اس ظالمانہ سسٹم کو علماء کی مشاورت سے ختم کرے، پھر زیادہ فائدہ ہوگا۔

برا نہ مانیں تو کہہ دوں کہ تضادستان کے جسدِ قومی میں کوئی ایسا نفسیاتی الجھاؤ موجود ہے جس کی وجہ سے سب سے اونچا چلانے والا، ڈینگیں مارنے والا اور حقیقت سے آنکھیں چرانے والا شیخ چلی ہماری ذاتوں کا حصہ بن چکا ہے۔ ہمارے اندر بیٹھا یہ شیخ چلی ہمیں حقیقت کے قریب نہیں آنے دیتا نہ ہی یہ اجازت دیتا ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانکیں۔

یہ شیخ چلی ہمیں اپنے انتہائی معمولی کاموں کو عالمی کارنامے بنا کر پیش کرنے کا محرک بنتا ہے۔ ہمارے اندر کا یہی شیخ چلی ہمیشہ دنیا کو کھلی نگاہوں سے دیکھنے میں رکاوٹ ہے۔

یہی شیخ چلی ہمیں اپنی غلطیوں کو ٹھیک نہیں کرنے دیتا بلکہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ یہ غلطیاں نہیں خوبیاں ہیں، اس مشورے کو مانتے ہوئے ہم شیخ چلی کی طرح سینہ تان کر ان غلطیوں کو اپنی خوبیاں بنا لیتے ہیں۔

حالیہ دنوں میں ہمارے اندر کا شیخ چلی پھر سے جاگا ہوا ہے۔ برطانیہ کی نیشنل کرائم ایجنسی نے ون ہائیڈ پارک کے حوالے سے جو تصفیہ کیا اس کے نتیجے میں ۱۹۰ ملین پاؤنڈ یا ۳۹ا ارب روپے کی خطیر رقم پاکستان کو ملے گی۔

ہمارا شیخ چلی حقیقت جاننے کے بجائے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے، کبھی اسے این آر او کی نئ شکل، کبھی ڈیل کا حصہ اور کبھی اسے کرپشن کے خاتمے کا بڑا بین الاقوامی کارنامہ قرار دے رہا ہے۔

اب وقت ہے کہ ان دعوئوں، کارناموں اور ڈینگوں کا نہ صرف جائزہ لیا جائے بلکہ اُن شیخ چلیوں کا بھی محاسبہ کیا جائے جو بے سروپا ڈینگیں مار کر ہمیں جھوٹی امیدوں، غلط خوابوں اور گمراہ کن تصورات کا اسیر بنا دیتے ہیں۔

اردو لغت بورڈ کی ڈکشنری کے مطابق شیخ چلی بہت چلانے والا وہ شخص ہوتا ہے جو شرارت کے کام کرے، یہ وہ احمق اور بے وقوف ہے جو ڈینگیں مارے۔

یہ حوالہ بھی دیا جاتا ہے کہ شیخ چلی دراصل قادری سلسلہ کے صوفی عبدالرزاق کی عرفیت تھی جو اپنی عقل و سخاوت کی وجہ سے مشہور تھے۔ ان کا مزار تھانیسر میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

یہ روایت بھی موجود ہے کہ شیخ چلی دراصل مغلِ اعظم اکبر کے نورتنوں میں سے تھا جس کا مزاج اور تلخ سچ اکبر کو پسند تھا۔

شیخ چلی کا جو تصور تضادستان میں ہے وہ ایسے شخص کا ہے جو زمین وآسمان کے قلابے ملائے، ڈینگیں مارے اور چلائے لیکن اس کی باتیں سچ نہ ہوں اور نہ حقیقت پر مبنی۔

افسوس یہ ہے کہ تضادستان کے باسیوں کے اندر جو شیخ چلی بیٹھا ہے وہ نہ تو اکبر اعظم کے نورتنوں والا ہے اور نہ ہی تھانیسر میں مدفون قادری سلسلہ کا صوفی عبدالرزاق۔ ہمارا شیخ چلی احمق تو ہے ہی مگر قومی بگاڑ میں اس کا سب سے زیادہ کردار ہے کہ بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ شیخ چلی نامی بھوت نے تضادستان کی روحوں کو قید کر رکھا ہے، یوں لگتا ہے کہ یہ بھوت دانستہ طور پر سچ کو چھپاتا ہے۔

سب سے بڑا شیخ چلی تو وہ تھا جس نے خانِ اعظم کے کان میں پھونک ماری اور خانِ اعظم نے ۴، ستمبر ۲۰۱۴ کو اسلام آباد دھرنے کے دوران سرِ عام یہ اعلان کر دیا کہ پاکستانیوں کے ۲۰۰ ارب ڈالر سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں پڑے ہیں۔

وہ دن اور آج کا دن، ہمارے اندر کا شیخ چلی ان ۲۰۰ ارب ڈالر یعنی ۳۱۰۰ ارب پاکستانی روپوں کے لئے مچل رہا ہے، کیونکہ صرف اگر یہی مل جائیں تو تضادستان کے سارے دلدّر دور ہو جائیں۔

نہ قرضوں کی ضرورت رہے اور نہ ٹیکسوں کی۔ خانِ اعظم کے پسندیدہ اور محبوب وزیر، مراد سعید کی ۱۶، مئی ۲۰۱۸ کی وہ تقریر ہمارے کانوں میں آج بھی رس گھول رہی ہے جس میں اس عالمی ماہرِ معیشت اور نابغہ روزگار مراد سعید نے ڈینگ ماری تھی ''جس دن عمران خان نے حلف لیا اس سے اگلے ہی دن ۲۰۰ ارب ڈالر جو پاکستانیوں کا باہر پڑا ہوا ہے وہ ساری رقم پاکستان لے آئے گا۔

میرے ملک کے اوپر قرضہ ۱۰۰ ارب ڈالر، وہ پہلے دن دنیا کے منہ پر دے مارے گا اور باقی ۱۰۰ ارب آپ کے اوپر لگائے گا''۔ مراد سعید کی یہ شیخی ہمارے اندر کے شیخ چلیوں کو اس قدر بھائی کہ آج تک ہمیں دن رات اسی ۲۰۰ ارب ڈالر کے سنہرے خواب نظر آرہے ہیں۔ پھر احتساب کے ایک شیخ چلی نے ڈاکٹر عاصم حسین پر ۴۶۲ ارب روپے کی کرپشن کا الزام لگا کر گرفتار کر لیا۔

۲۷، اگست ۲۰۱۵ء کو گرفتار ہونے والے ڈاکٹر عاصم پر چار سال گزرنے کے باوجود ابھی تک اس ۴۶۲ ارب روپے کی کرپشن کا کوئی ثبوت سامنے نہیں آیا۔

دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ دلوں کے اندر بیٹھا شیخ چلی اس دن سے بلیوں اچھل رہا ہے اور ارب ارب کے نعرے لگا رہا ہے۔آصف زرداری کے معاملے میں بھی کہا گیا کہ اس کے بارے میں بے نامی اکاؤنٹس، منی لانڈرنگ اور کرپشن کے ناقابل تردید ثبوت مل گئے۔

شیخ چلیانہ الزام کے بعد سے آصف زرداری گرفتار ہے اور ہمارے اندر بیٹھا شیخ چلی روزانہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ زرداری نے جو لاکھوں اربوں ڈالر لوٹے تھے وہ عوام کو ملنے ہی والے ہیں۔

تازہ ترین شیخ چلیانہ لہر ۱۳۹ارب روپے کے حوالے سے چلی ہے جو واقعی آرہا ہے مگر سوال یہ ہے کہ مراد سعید، احتسابی ادارے اور وہ افراد جو اربوں ڈالر لوٹانے کی ڈینگیں مارتے تھے اب ان سے پوچھا جائے کہ انہوں نے تضادستان کے باسیوں کی نفسیات کو کیوں ان جھوٹی ڈینگوں، طفل تسلیوں اور احمقانہ خوش خوابیوں کا عادی بنا دیا۔

اور تو اور ہمارا شیخ چلی پن دیکھیں۔ہم ہیں پدی مگر ہمارا دعویٰ ''دیو'' ہونے کا ہے ہمارا حال یہ ہے کہ یہاں معیشت کی وجہ سے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں مگر ہم مصر ہیں کہ ہم ایران اور سعودی عرب میں صلح کرائیں گے، اور تو اور ہم امریکہ اور ایران کے درمیان بھی معاملہ طے کرادیں گے۔

یہ بھی تو ہمارا شیخ چلی ہی تھا جس نے ہمیں یقین دلا رکھا ہے کہ یہ ہم ہی تھے جنہوں نے روس کو افغانستان میں شکست دے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، یہ بھی ہم ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ ہم نے امریکہ کو طالبان کے ذریعے افغانستان میں دھول چٹا رکھی ہے۔

ہمارے اندر کا شیخ چلی ہمیں جب یہ کہتا ہے کہ یہاں کے پائلٹ دنیا بھر سے

اچھے، یہاں کے ذہن دنیا کے بہترین ذہن، یہاں کے قدرتی وسائل دنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔

یہی اندر کا شیخ چلی ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہمارے سمندر تیل سے بھرے ہیں البتہ عالمی سازشوں کی وجہ سے ہم تیل نہیں نکال سکے اور یہ بھی کہ بلوچستان کی کانیں سونے سے بھری ہیں بس ایماندار کمپنی ملنے کی بات ہے ملک سونا اگلنے لگے گا۔

۲۰۰ ارب ڈالر سوئس بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں، یہ دراصل شیخ چلی کی بڑ تھی جس کا آج تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر کے شیخ چلی کی باتیں سننا بند کریں اور جو شیخ چلی ڈینگیں مار کر اور جھوٹ سنا کر ہمیں بے وقوف بناتے ہیں، ان کا محاسبہ کریں۔ اگر واقعی ہم بحیثیت قوم کسی نفسیاتی الجھاؤ کی وجہ سے شیخ چلی کے ہمزاد بن چکے ہیں تو پھر ہمیں بحیثیت مجموعی اپنے رویے پر غور کر کے شیخ چلی کے اس کلون سے چھٹکارا پانا ہو گا و گرنہ ہم آج کے گلوبل ویلج کے کارآمد شہری بننے کے بجائے شیخ چلی کی طرح دنیا کا مذاق بنے رہیں گے۔

وقت افراد اور قوموں کا سرمایہ ہے، ترقی کی سب راہیں اس سرمایہ کے ٹھیک استعمال ہی کی بدولت طے ہو سکتی ہیں، ہمیشہ وہ اقوام ترقی پاتی ہیں جو اس گرانمایہ پونجی کو صحیح استعمال کرتی ہیں۔ کسی قوم کے زوال کی پہلی علامت یہ ہے کہ اس کے افراد ضیاع وقت کی آفت کا شکار ہو جائیں۔

مسلمان قوم جو ایک درخشاں تاریخ رکھتی ہے جس کے جاہ وجلال اور عظمت وسطوت کے پرچم سرنگوں ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا، وقت کی قدر اس کی مذہبی فرائض میں داخل ہے، یہ مسلم قوم صدیوں دنیا پر چھائی رہی، ترقی کے زینے چڑھتی رہی، ان کی علم و دانش کی درسگاہیں تو وقت کی پابند تھیں ہی۔۔وقت کے بادشاہوں کے درباروں سے بھی یہی پیغام ملتا جو کام وقت کے ضیاع کا باعث ہو خواہ کتنا ہی حیرت انگیز کیوں نا ہو ترک کر دیا جائے۔

آج مغرب مادی ترقی کی جن شاہراہوں پر گامزن ہے، اس نے سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کے جو مراحل طے کیے ہیں۔ فلسفہ وحکمت کی جن بلندیوں پر کمندیں ڈالی ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغربی معاشرہ ہزار خرابیوں کے باوجود وقت کا قدردان ہے۔ افراد کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے مواقع فراہم کرتا ہے، اس مغربی معاشرہ میں مجموعی طور پر کام چوری کی عادت نہیں ہے، ملازمت کے وقت کی پابندی اور جم کر کام کرنا ان کے بدترین معاشرہ کا بہترین خاصہ ہے۔

غرض یہ کہ جو قومیں وقت کی قدر کرنا جانتی ہیں وہ صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کرسکتی ہیں ،وہ فضاؤں پر قبضہ کرسکتی ہیں، وہ عناصر کو مسخر کرسکتی ہیں، وہ پہاڑوں کے جگر پاش پاش کرسکتی ہیں، وہ ستاروں پر کمندیں ڈال سکتی ہیں،وہ زمانہ کی زمامِ قیادت سنبھال سکتی ہیں، لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کردیتی ہیں وقت ان کو ضائع کردیتا ہے،ایسی قومیں غلاموں کی زندگی بسر کرتی ہیں،اور وہ لوگ دین ودنیا دونوں کے اعتبار سے خسارے میں ہوتے ہیں،غفلت کے اس گرداب سے نکلنے اوراصل تعمیری مقصد میں حیات مستعار صرف کرنے کی طرف قرآن مجید نے توجہ مبذول فرمائی ہے۔

ترجمہ: ''اور اللہ وہ ذات ہے جس نے رات دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اس شخص (کے سمجھنے کے لیے) جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے''(الفرقان۔۶۳)

امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق اور امام ترمذی نے کتاب الزہد میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔

ترجمہ: ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں ایک صحت دوسری فراغت''

احادیث کا ایک ضخیم ذخیرہ موجود ہے جو وقت کی اہمیت اور غفلت سے اجتناب کے بارے میں احادیث کی کتب میں ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسلاف کے اقوال پڑھیے جو وقت کی اہمیت بتلارہے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ یہ دعا فرمایا کرتے تھے ،ترجمہ: ''اے اللہ! ہمیں شدت میں نہ چھوڑیے،اور ہمیں غفلت کی حالت میں نہ پکڑیے،اور ہم کو غفلت والوں میں نہ بنایئے''

عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے،میری طبیعت پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جب میں کسی کو فارغ دیکھتا ہوں،نہ وہ دین کے کسی کام میں ہے،نہ ہی دنیا کے کاموں میں

حضرت علیؓ فرماتے تھے: '' یہ ایام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں،اچھے اعمال سے ان کو دوام بخشو!

مشہور بزرگ حسن بصریؒ فرماتے تھے'' اے ابن آدم! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے جب ایک دن گزر جائے تو سمجھ تیرا ایک حصہ گزر گیا''

✡✡✡✡

اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
خدمات کی چند نمایاں جھلکیاں
اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کو اگرچہ گورنمنٹ آف پاکستان نے حال ہی میں رجسٹرڈ کیا ہے،
مگر اس ادارے کے ساتھ وابستہ جملہ امور کئی سالوں سے چل رہے ہیں، خدمات کا سلسلہ سن دو ہزار میں شروع ہوا تھا
اس دوران ادارہ آب حیات کی خدمات قابل تعریف اور قابل تقلید رہی ہیں،
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ صحافت کے تحت ماہ نامہ آب حیات کی صورت میں
لاکھوں لوگوں کی دینی اور اخلاقی راہنمائی ادارے کا طغرائے امتیاز ہے۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ مستورات کے تحت ماہ نامہ تحفہ خواتین کی صورت میں پاکستان کی نصف آبادی
جو مستورات پر مشتمل ہے کی دینی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا گیا۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ تعمیر مساجد کے تحت غوث گارڈن فیز ۲، مناواں میں جامع مسجد ابوذر غفاری تعمیر کی گئی۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ مدارس کے تحت غوث گارڈن فیز ۲ مناواں، جی ٹی روڈ لاہور کینٹ میں
جامعہ رشیدیہ کی تعمیر کی گئی ہے، جہاں ابتدائی طالب علم زیر تعلیم ہیں۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ تعاون کے تحت پاکستان کی تاریخ میں آنے والے ہولناک زلزلہ
میں کشمیر سے لے کر بالاکوٹ تک ادارے نے اپنی ہمت کے مطابق لوگوں سے تعاون کیا۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ مساکین و یتامیٰ کے تحت یتیموں اور بیوہ گان کا حتی المقدور مالی تعاون کیا گیا۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ ازدواج کے تحت غرباء و مساکین، بے یار و مددگار اور لاچار لوگوں کے بیٹے
اور بیٹیوں کی شادی میں تعاون کیا گیا۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ تعلیمات کے تحت دینی مدارس اور اسکولز کے طلباء کے ساتھ کتابوں کی صورت میں تعاون کیا گیا۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) شعبہ فراہمی آب کے تحت بعض علاقوں میں پانی کی سخت ضرورت تھی وہاں ٹیوب ویل نصب کیے گئے۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے تحت بعض مخیّرین کے تعاون سے دینی مدارس میں سردیوں کے موسم میں مولٹی فوم کے
گدّے طلباء میں مفت تقسیم کیے گئے۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ مرکز تحقیق و تصنیف سے ہزاروں کی تعداد میں کتابیں شائع کی گئیں۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے ذیلی ادارہ، آب حیات اکیڈمی کے تحت طلباء کو فری میں صحافت کورس کروائے گئے۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام شعبہ نشر و اشاعت سے ہزاروں کی تعداد میں دینی رسائل فری میں تقسیم کیے گئے۔
☆ اِدارہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے شعبہ اُسیران میں ان لوگوں کو جیلوں سے رہا کروایا گیا جو مالی جرمانہ ادا کرنے سے قاصر تھے۔

فی سبیل اللہ سرمایہ کاری کا عظیم الشان منصوبہ
لاکھوں لوگوں تک دینی پیغام پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں
دینی مدارس کے غریب، مسکین، نادار اور مستحق طالب علموں کی علمی پیاس بجھانے کے لیے
ملک بھر کی لائبریریوں میں مطالعہ کے لیے
دنیا بھر میں ادارہ آب حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام شائع ہونے والی دینی کتابیں، دینی رسائل اور دینی جرائد علم کے پیاسے غریب، نادار اور اصل مستحقین تک پہنچانے کے لیے
جو دینی کتابیں، رسائل اور دینی جرائد حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان تک دینی کتابیں، دینی رسالے اور دینی لٹریچر پہنچانے میں آگے بڑھیے
اس صدقہ جاریہ میں ہمارا ساتھ دیجیے، قیامت تک جاری و ساری رہنے والے اس کام کو پھیلانے اور عام کرنے میں ہمت کیجیے اور آگے بڑھیے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت کے حق دار بنیے
فی حصہ 5,000 روپے اندرون ملک کتابیں پہنچانے کے لیے
فی حصہ 10,000 روپے بیرون ملک کتابیں پہنچانے کے لیے
عام فی کس 1,000 روپے اندرون ملک رسائل کی ترسیل
لائسنس نمبر: 9236/L1088
اکاؤنٹ نمبر: Code#140540
Title:AAB E HAYAT
Account No 10009037460011
Allied Bank Wahdat Roa Branch Lahore
اِدارۂ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
رابطہ نمبرز 0300-0321-9458876
0300-0313-6494672

اِدَارَہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
اغراض و مقاصد
☆ طلباء کو دینی اور دنیوی تعلیم سے آراستہ کرنا۔
☆ ذہین اور ہونہار طلباء و طالبات کو وظائف دینا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا
تا کہ وہ تعلیم کے میدان میں نمایاں ترقی کر سکیں اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔
☆ بیواؤں، یتیموں کی پرورش کے لیے ماہانہ امداد کرنا اور خاص طور پر یتیم
بچے / بچیوں کی شادی کے موقع پر مالی امداد کرنا اور دستکاری سنٹرز کا قیام عمل میں لانا۔
☆ بچوں کی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنا اور آخرت والی زندگی کو سنوارنے کا فکر کرنا۔
☆ جنگ، زلزلہ، سیلاب یا آسمانی آفات کی صورت میں متاثرین کی امداد کرنا۔
☆ غریب اور بے سہارا مریضوں کے علاج کے لیے فری ڈسپنسری کا قیام۔
☆ کمپیوٹر سنٹر کا قیام تا کہ غریب اور نادار بچے بچیاں کمپیوٹر کی تعلیم مفت حاصل کر سکیں۔
☆ اسلامی لائبریری کا قیام، تعلیمی، اخلاقی شعور پیدا کرنے کے لیے تقاریر
ورکشاپ اور سیمینارز کا انتظام کرنا۔
☆ اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لیے اقدامات عمل میں لانا۔
☆ ٹرسٹ ہذا کے زیر انتظام قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم، درس نظامی کے ساتھ ساتھ
حسن قرأت اور علوم فقہ سے متعلق کالسز کا اجراء بھی کیا جائے گا۔
☆ دینی رسائل، جرائد اور کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کرنا۔
رجسٹریشن نمبر: آر پی 9236/L1088
اِدَارَہ آبِ حیات ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
غوث گارڈن فیز۲، جی ٹی روڈ، مناواں لاہور کینٹ
Cell:0321-9458876-03009458876